مارچ-اپریل ۲۰۲۵ء

روزے کا اصل مقصد

روزے کا اصل مقصد یہ ہے کہ اعضاء اور جوارح کو گناہوں سے اور پیٹ کو کھانے وپینے سے دور رکھا جائے چنانچہ جیسے کھانے اور پینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے ایسے ہی گناہ کے کام کرنے سے روزے کا ثواب بیکار اور اس کا نتیجہ بے ثمر ہو جاتا ہے اور پھر بندہ اس طرح ہو جاتا ہے جیسے کہ اس نے روزہ ہی نہ رکھا ہو

امام ابن القیم رحمہ اللہ

(الوابل الصیب:۲۶)

رمضان-شوال ۱۴۴۶ھ • مارچ-اپریل ۲۰۲۵ء

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو-ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai

subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com

نگـــــارشـــات

حلقۂ قرآن

انعام یافتہ لوگ

● شیخ رفیع اللہ سلفی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ﴾ [الفاتحۃ:۷]

''ان لوگوں کی راہ (دکھا) جن پر تونے انعام کیا ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کی''۔

محترم قارئین! سورہ فاتحہ کی سابقہ آیت میں صراط مستقیم کی دعا کی گئی ہے اور اب اس آیت میں اس صراط مستقیم پر چلنے والے لوگوں کا تذکرہ ہے اور ان کی رفاقت کی دعا ہے کہ اے اللہ! ہمیں ''**منعم علیھم**'' میں شامل فرمادے اور یہ ''**منعم علیھم**'' کون لوگ ہیں؟

سب سے پہلے تو ''**منعم علیھم**'' لوگ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی دولت سے مالا مال کیا یہ سب سے بڑی اللہ کی نعمت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَةَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ﴾ [الاحزاب:۹] ''اے ایمان والو! اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو جو تم پر ہیں''۔

﴿وَٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ كُنتُمۡ أَعۡدَآءً فَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوبِكُمۡ فَأَصۡبَحۡتُم بِنِعۡمَتِهِۦٓ إِخۡوَٰنًا وَكُنتُمۡ عَلَىٰ شَفَا حُفۡرَةٍ مِّنَ ٱلنَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنۡهَاۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمۡ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُونَ﴾ [آل عمران:۱۰۳] ''اور اللہ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا۔ اللہ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ''۔

مزید وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَمُنُّونَ عَلَيۡكَ أَنۡ أَسۡلَمُواْۖ قُل لَّا تَمُنُّواْ عَلَيَّ إِسۡلَٰمَكُمۖ بَلِ ٱللَّهُ يَمُنُّ عَلَيۡكُمۡ أَنۡ هَدَىٰكُمۡ لِلۡإِيمَٰنِ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ﴾ [الحجرات:۱۷]

''اپنے مسلمان ہونے کا آپ پر احسان جتاتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ اپنے مسلمان ہونے کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ دراصل اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی اگر تم راست گو ہو''۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ''**منعم علیھم**'' ''جن پر اللہ کا خصوصی انعام ہوا'' کا خاص طور سے ذکر کرتے ہوئے چار قسم کے لوگ شمار فرمائے: انبیاء، صدیقین، شہداء اور صلحاء۔ ارشاد باریٔ تعالیٰ ہے: ﴿وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُوْلَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَۚ وَحَسُنَ أُوْلَٰٓئِكَ رَفِيقًا ۝٦٩ ذَٰلِكَ ٱلۡفَضۡلُ مِنَ ٱللَّهِۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ عَلِيمًا﴾ [النساء:۶۹-۷۰]

''اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور کافی ہے اللہ جاننے والا ہے''۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ آیت سنی کہ بہترین رفاقت

انبیاء، شہداء اور صدیقین اور صلحاء کی ہے تو پھر اس کے لئے تڑپ بھی دیکھیں۔ آیئے دیکھتے ہیں انبیاء کی رفاقت کیسے ملتی ہے:

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی ؓ سے مروی ہے کہ میں نبی ﷺ کا خادم تھا میں آپ کے لئے وضو کا پانی لاتا آپ کی دیگر ضروریات کا سامان پیش کرتا، ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خوش ہوکر فرمایا: ''ربیعہ کچھ مانگ لو''، میں نے کہا: **''فَأَعِنِّي عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ''.**[صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ:۴۸۹]''تو پھر اپنے مطلب کے حصول کے لئے کثرت سجود سے میری مدد کرو''۔

ایک اور صحابی جو رفاقت رسول کی تمنا ظاہر کرتا ہے تو اللہ نے قانون بنادیا کہ انبیاء کا ساتھ چاہتے ہو تو پھر کیا کرنا ہوگا؟

ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ کو اپنی جان ومال، اہل وعیال سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں جب میں اپنے گھر میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہوتا ہوں اور شوق زیارت بے قرار کرتا ہے تو دوڑا دوڑا آپ کے پاس چلا آتا ہوں آپ کا دیدار کر کے سکون حاصل کرلیتا ہوں۔ اور جب میں اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ آپ تو انبیاء کے ساتھ اعلیٰ ترین درجات میں ہوں گے، میں جنت میں گیا بھی تو آپ تک نہ پہنچ سکوں گا اور آپ کے دیدار سے محروم رہوں گا۔ یہ سوچ کر بے چین ہوجاتا ہوں (اس پر اللہ تعالیٰ نے سچے اور حب رسول رکھنے والے بندے کو خبر دی کہ اگر تم واقعی رفاقت رسول پانا چاہتے ہو تو پھر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے رہو۔ تمہیں انبیاء کا پڑوس ضرور ملے گا۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کردی)۔[الطبرانی فی الصغیر:۵۲، تفسیر ابن کثیر:۱/۵۷۷]

﴿وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُوْلَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَۚ وَحَسُنَ أُوْلَٰٓئِكَ رَفِيقٗا﴾[النساء:۶۹]

''**منعم علیھم**''میں سے ایک گروہ صدیقین کا بھی ہے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے والے بھی شامل ہیں اور ہر سچا آدمی بھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦٓ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلصِّدِّيقُونَۖ وَٱلشُّهَدَآءُ عِندَ رَبِّهِمۡ لَهُمۡ أَجۡرُهُمۡ وَنُورُهُمۡۖ وَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَكَذَّبُواْ بِـَٔايَٰتِنَآ أُوْلَٰٓئِكَ أَصۡحَٰبُ ٱلۡجَحِيمِ﴾[الحدید:۱۹]

''اور جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لائے یہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے ان (کے اعمال) کا صلہ ہوگا اور ان (کے ایمان) کی روشنی اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی اہل دوزخ ہیں''۔

جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے سب سے پہلے نبی ﷺ کی بلا تامل تصدیق کی تو ان کا لقب پڑ گیا۔

حضرت ابوالدرداء ؓ نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر ؓ اپنے کپڑے کا کنارہ پکڑے ہوئے گھٹنہ کھولے ہوئے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ حالت دیکھ کر فرمایا: معلوم ہوتا ہے تمہارے دوست کسی سے لڑ کر آئے ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر ؓ نے حاضر ہوکر سلام کیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے اور عمر بن خطاب کے درمیان کچھ تکرار ہوگئی تھی اور اس سلسلے میں جلدی میں، میں نے ان کو سخت الفاظ کہہ دیئے لیکن بعد میں مجھے سخت ندامت ہوئی تو میں نے ان سے معافی چاہی۔ اب وہ مجھے معاف کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اسی لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا:

''یَغْفِرُ اللهُ یَا اَبَا بَکْرٍ ثَلَاثاً''. ''اے ابوبکر! تمہیں اللہ

معاف فرمائے''۔آپ نے تین مرتبہ یہ دعا فرمائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ندامت ہوئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور پوچھا کیا ابوبکر گھر پر موجود ہیں؟ معلوم ہوا کہ نہیں،تو آپ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا،آپ کا چہرہ مبارک غصہ سے بدل گیا اور ابوبکر ڈر گئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کرنے لگے۔اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم زیادتی میری ہی طرف سے تھی۔دو مرتبہ یہ جملہ کہا۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''اللہ نے مجھے تمہاری طرف نبی بنا کر بھیجا تھا اور تم لوگوں نے مجھ سے کہا تھا کہ تم جھوٹ بولتے ہو لیکن''قَالَ اَبُوْبَكْرٍ صَدَقْتَ''ابوبکر نے کہا تھا کہ آپ سچے ہیں اور اپنی جان و مال کے ذریعے انہوں نے میری مدد کی تھی۔تو کیا تم لوگ میرے دوست کو ستانا چھوڑتے ہو یا نہیں؟'' آپ نے دو دفعہ یہی فرمایا۔آپ کے یہ فرمانے کے بعد پھر ابوبکر کو کسی نے نہیں ستایا۔[صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوکنت متخذا خلیلا:۳۶۶۱]

اسی طرح سچائی کو لازم پکڑنے والا بھی صدیق ہوتا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ يَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيقًا''.[صحیح مسلم، البر والصلة، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضله: ۲۶۰۷] ''سچ کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی ہمیشہ سچ کہتا رہتا ہے اور سچ کہنے کی پوری کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اللہ کے یہاں سچا لکھ دیا جاتا ہے''۔

''منعم علیهم''میں ایک گروہ شہداء کا بھی ہے شہید کا بنیادی معنی گواہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے والے کو شہید اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنے ایمان کی صداقت پر اپنی زندگی کے پورے طرز عمل سے شہادت دیتا ہے حتیٰ کہ اپنی جان دے کر یہ ثابت کر دیتا ہے کہ وہ جس چیز پر ایمان لایا تھا اسے فی الواقع درست سمجھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑھ کر مقام شہید کو دیا ہے اور انہیں موت کے بعد ایک ایسی زندگی دی ہے جس میں وہ اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

''منعم علیهم''میں ایک گروہ صالحین (نیک لوگوں) کا بھی ہے عمل صالح کرنے والے کو صالحین کہتے ہیں اور جو نیک عمل کرتا ہے حقیقت میں وہی خسارے سے بچنے والا اور کامیاب ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْعَصْرِ ۝١ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝٢ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾[العصر]''زمانے کی قسم! بے شک انسان سراسر نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی''۔

نیز نیک اور صالح اعمال کرنے والوں کو جنت کی بشارت سنائی گئی ہے۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾[البقرة:۸۲]

''جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور اچھے اچھے کام کئے ہیں یہی لوگ جنتی ہیں اور ہمیشہ جنت میں ہی رہیں گے''۔

یقین محکم، عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

❁ ❁ ❁

حلقۂ حدیث

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

● شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئی)

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ".

حضرتِ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے اس نے گویا زندگی بھر روزے رکھے"۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صوم ستۃ ایام من شول اتباعا لرمضان، ح:1164، وسنن ابی داود، کتاب الصیام، باب فی صوم ستۃ ایام من شوال، ح:2433، سنن ترمذی، ابواب الصوم، باب صیام ستۃ أیام من شوال حدیث:759، سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب صیام ایام من شوال، حدیث:1716۔

راویٔ حدیث: اس حدیث کے راوی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، ابوایوب ان کی کنیت ہے۔ ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے: خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد بن عمرو بن عوف بن غنم بن مالک بن النجار بن ثعلبہ بن الخزرج۔ مدینہ میں تشریف آوری کے وقت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی ان کے دولت کدہ پر فروکش ہوئی تھی۔ آپ کا شمار جلیل القدر اور اکابر صحابہ میں ہوتا ہے۔ غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ ان سے کل 150/ احادیث مروی ہیں، جن میں سے سات متفق علیہ ہیں، ایک حدیث صحیح بخاری میں اور پانچ احادیث صحیح مسلم میں ہیں۔ ارض روم میں جہاد کرتے ہوئے 50/ہجری میں جام شہادت نوش کیا۔ ان کی قبر دیوار قسطنطینیہ کے زیر سایہ ہے۔ یہ جگہ یزار کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابہ 2/89،90، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، سیر اعلام النبلاء 2/403)۔

تشریح: ماہ رمضان کے فرض روزے کے علاوہ دیگر ایام میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بذات خود بکثرت روزے رکھے ہیں اور اپنی امت کے مسلمان مردوں اور عورتوں کو اس کی تلقین بھی کی ہے جنھیں شرع میں نفلی روزوں کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان میں سے شوال کے روزے بھی شامل ہیں۔ مذکورہ بالا روایت میں انہیں روزوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے، اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص ماہ رمضان کا روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ شوال کے چھ روزے بھی رکھتا ہے تو اسے پورے سال روزہ رکھنے کا اجروثواب حاصل ہوگا، وہ اس طرح کہ ایک روزہ کا ثواب دس گنا اور پورے رمضان کے روزے کا ثواب تین سو گنا، اور شوال کے چھ روزوں کا ثواب 60/گنا، اور پورے قمری سال میں 360/دن ہوتے ہی ہیں۔ گویا ماہ رمضان پورے دس مہینے کے قائم مقام اور شوال کے چھ روزے دو مہینے کے قائم مقام ہوئے۔ اور اس حدیث کی تفسیر قرآن کی اس آیت سے ہو

رہی ہے جس میں اللہ نے فرمایا:"مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا" جوشخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی (سورہ انعام:160) یہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل واحسان کا بیان ہے جو اہل ایمان کے ساتھ وہ کرے گا کہ ایک نیکی کا بدلہ دس نیکیوں کے برابر عطا فرمائے گا۔ یہ کم از کم اجر ہے۔ ورنہ قرآن اور احادیث دونوں سے ثابت ہے کہ بعض نیکیوں کا اجر کئی کئی سو گنا بلکہ ہزاروں گنا تک ملے گا۔ اس کی تائید درج ذیل روایتوں سے بھی ہوتی ہے:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اس کا فرمانا سچ ہے کہ جب میرا بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو (اے فرشتو!) اس کی ایک نیکی لکھ لو۔ پھر اگر وہ کر چکے تو اس کی دس نیکیاں لکھو۔ اور اگر وہ برائی کا ارادہ کرے تو کچھ بھی نہ لکھو۔ اور اگر کر چکے تو ایک ہی برائی لکھو۔ اور اگر نہ کرے تو اس کے لیے بھی ایک نیکی لکھ دو۔'' پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ (ترمذی۔ ابواب التفسیر)

اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت ہے اس میں یوں ہے کہ جب کوئی شخص نیکی کا ارادہ کرنے کے بعد نیکی کرتا بھی ہے تو اللہ اسے دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں عطا کرتا ہے۔ (بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب من ہم بحسنۃ او سیئۃ)

شوال کے یہ چھ روزے کیسے رکھنے ہیں تو لوگوں کے مابین یہ بات مشہور ہے کہ عید ختم ہونے کے بعد فوراً اور لگاتار رکھنے ضروری ہیں تبھی ثواب حاصل ہوگا، لیکن یہ نظریہ درست نہیں ہے بلکہ پورے مہینے میں کبھی بھی ایک ساتھ یا الگ الگ ان روزوں کو پورا کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ علامہ شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ظاهر الحديث أنه يكفي صيام ست من شوال، سواء كانت من أوله، أو من أوسطه، أو من آخره، ولا يُشترط أن تكون متصلة به لا فاصل بينها وبين رمضان إلا يوم الفطر، وإن كان ذلك هو الأولى، لأن الاتباع وإن صدق على جميع الصور، فصدقه على الصورة التي لم تفصل بين رمضان وبين الست إلا يوم الفطر الذي لا يصح صومه، لا شك أنه أولى، وأما أنه لا يحصل الأجر إلا لمن فعل كذلك فلا، لأن من صام ستا من آخر شوال، فقد أتبع رمضان بصيام ست من شوال بلا شك، وذلك هو المطلوب''. ''حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ یہ چھ روزے ماہ شوال میں ہونے چاہیے، خواہ اس کے شروع میں ہوں یا درمیان میں یا آخر میں۔ ایسی کوئی شرط نہیں کہ یہ رمضان سے بالکل متصل ہوں، سوائے عید کے دن کے، اگرچہ بہتر یہی ہے۔ کیونکہ الفاظ حدیث اتباع (رمضان کے بعد) کا مفہوم بھی صورتوں کو شامل ہے۔ اور بلا فصل متصل روزے رکھنے کی صورت میں عید کا دن شامل نہیں ہے کیونکہ عید کے دن کا روزہ کسی طرح جائز نہیں۔ اور یہ سمجھنا کہ مذکورہ اجر اسے ہی ملے گا جو یہ روزے شوال کے شروع میں رکھے تو یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی شوال کے آخر میں بھی روزے رکھ لے تو اس نے یہ (حسب الفاظ نبوی) رمضان کے بعد شوال ہی میں رکھے ہیں، اور مطالبہ بھی یہی ہے۔ (وبل الغمام: 520/1)

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام شرعی اعمال ومسائل کو سمجھنے، اور کتاب وسنت کے مطابق عمل کر کے زیادہ سے زیادہ اجر وثواب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اداریہ

ماہ رمضان اور شوقِ عبادت

مدیر

ماہ رمضان اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ ہم پر سایہ فگن ہو چکا ہے اس کے خیرات و برکات نمایاں اور واضح طور پر ہر گلی محلے بلکہ ہر سو نظر آ رہے ہیں اور ہر کس و ناکس اس سے ہر آن ولمحہ فیضیاب ہو رہا ہے، ہر جگہ اللہ کی رحمت برستی ہوئی نظر آ رہی ہے مسلمانوں کا مسجدوں میں ہجوم اور روزے کا ایک پر کیف ماحول عجیب ہی دعوت نظارہ دے رہا ہے، ایمانی حرارتیں ہر نفس میں کچھ نہ کچھ جاگزیں ہیں اور ہر فرد مومن لباس تقوی اور اس کا پیرہن اوڑھے دکھائی دے رہا ہے۔ دراصل یہ حسین نظارہ اسلئے ہے کہ ہمیں رب سے جڑنا ہے اور پورے شوق عبادت اور ذوق بندگی کے جذبات کے ساتھ اللہ سے رابطہ مضبوط کر کے اس ماہ مبارک کے فیوض وبرکات سے لطف اندوز ہونا ہے۔ اس ماہ مبارک میں ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدو اجتہاد اور صحابہ کرام کے ذوق عبادت کا بھی مطالعہ کرنا چاہیے اور پوری دلجمعی اور یکسوئی سے اس کا تاریخی و تربیتی جائزہ لینا چاہیے اور اسے اپنی زندگی میں اتارنا چاہیے، خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ماہ مبارک میں اپنی کمر ہمت کس لیا کرتے تھے یہاں تک کہ ماہ شعبان اور اس کے بکثرت روزے رکھ کر اس کی تیاری میں لگ جایا کرتے تھے آپ کے بارے میں کتب احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ رمضان المبارک میں کثرت تلاوت اور کثرت جود وسخا سے بہرہ اندوز ہو کر اس ماہ مبارک کا بھرپور لطف لیتے، جبرائیل امین کو قرآن سناتے اور تنہائی میں جاگ کر رب کی عبادت اور بندگی میں ہمیشہ ہمہ تن مشغول رہا کرتے تھے اسی طرح آپ کے نقش قدم پر حضرات صحابہ کرام اور اس کے بعد تابعین اور صلحائے امت بھی گامزن رہے، تراویح، نوافل کا اہتمام، کثرت عبادت، ذکر واذکار اور مسجدوں سے لگاؤ، فقراء ومساکین کے ساتھ ہمدردی وغمگساری اور محبت وانسانیت سے بھرپور جذبات اور اس ماہ مبارک کی سعادتوں کو سمیٹنے کا شوق اور اس کا جذبہ رکھتے تھے بعض صحابہ کرام کا تو ذوق عبادت دیدنی ہوتا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تو قرآن کی تلاوت میں ایسے مشغول ہوتے کہ ایک ہی دن میں ختم کرنے کی کوشش فرماتے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا جذبہ طاعت اس طرح سے بیدار ہوتا کہ افطار کے دسترخوان پر بغیر مسکینوں کے کبھی نہ بیٹھتے اور بعض سلف تو یہاں تک کہا کرتے تھے کہ رمضان تو صرف دو عمل سے عبارت ہے ایک تلاوت قرآن اور دوسرے بھوکوں کو کھانا کھلانا، امام مالک رحمہ اللہ اور دیگر محدثین سماع حدیث کی مجلسوں سے الگ ہو کر قرآن کی تلاوت اور اسے پڑھنے اور اس پر مواظبت برتنے میں لگ جاتے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ دیگر عبادتوں سے الگ ہو کر صرف قرآن اور اس کی تلاوت کے ہو کر رہ جاتے، بعض صحابہ قیام اللیل اور رات کی نماز اتنی طویل کرتے کہ پیچھے پڑھنے والے مقتدیوں کو چھڑی پر ٹیک لگانا پڑتا بعض سلف صالحین کا تو یہ کہنا رہتا کہ اے کاش پورا سال رمضان رہتا تو اس کی برکتوں اور رحمتوں سے بھرپور لذت آشنائی اور لطف اندوزی ہوتی، اسی طرح امت کے اسلاف، صلحاء ومحدثین اور دیگر نیکوکاروں کا طریقہ رہا اس ماہ مبارک کی عبادتوں کا ذوق اور بندگی کی حرص اور تڑپ اس طرح سے بڑھ جایا کرتی تھی کہ وہ یکسو ہو کر رب کائنات سے

جڑ جاتے، بعض سلف صالحین سے یہ بھی ثابت ہے کہ وہ ماہ رمضان میں صرف نماز کیلئے گھر سے باہر نکلتے تھے تاکہ برائیوں لایعنی مجلسوں اور فضول کلامی سے دور رہ کر رمضان کی بھرپور لذتوں سے لطف اندوز ہوسکیں اور رب سے اپنا رشتہ مضبوط بنا سکیں۔

حرام کاموں سے بچنے کا ذوق اور اللہ رب العالمین کا تقوی تو اتنا زیادہ تھا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے تھے: ''جب تم روزہ رکھو تو جتنا ہو سکے لایعنی باتوں سے محفوظ رہو''۔ اس روایت کے راوی طلیق جب روزے سے ہوتے تو اپنے گھر سے صرف نماز کے لئے نکلتے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۹۷۰)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ''جب تم روزہ رکھو تو تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری زبان جھوٹ اور گناہوں سے روزہ رکھیں۔ خادم کو تکلیف دینے سے باز رہو، اور تمہارے روزے کے دن تم پر وقار اور سکینت ہو۔ تم اپنے روزے اور اپنے افطار کے دن کو یکساں مت بناؤ''۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸۹۷۳)

اس طرح کے جذبات اگر ہماری اور آپ کی زندگیوں میں پیدا ہو جائیں اور نیکی کی امنگیں اور برائی سے بچنے کا یہ خوف اگر ہمارے سینوں کے اندر جاگزیں ہو جائے تو ہم دنیا اور آخرت دونوں جگہ پر کامیاب اور کامراں ہو جائیں۔ یہ بات ہر مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ روزے کا اصل مقصد کیا ہے؟ رب کو راضی کرنے کے ساتھ اپنے آپ کو صاحب تقوی بنانا اور اس قدر بھلائیوں کا خوگر اور برائیوں سے دور رہنے والا بنانا کہ انسان بالکل گاڑی کے بریک کی طرح سے اپنے آپ کو روکنے اور کنٹرول کرنے پر قادر اور قابو رکھنے والا ہو جائے۔ ایک صاحب ایمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ رمضان المبارک کے اس مقدس مہینے میں اپنا ذوق عبادت اس طرح سے بیدار کرے کہ نیکیوں کے ساتھ ساتھ وہ برائیوں سے بچا رہے۔ محرمات، مفطرات اور خواہشات وشہوات سے دور رہ کر وہ اپنی زندگی کو اس قدر روحانی بنالے کہ رب کی اطاعت کا اسے بھرپور لطف ملے اور روزہ رکھنے سے اسے یہ سعادت ہر روز حاصل ہو کہ اللہ رب العالمین اس کو جہنم سے آزادی کا پروانہ عطا فرماتا رہے اور جب وہ اپنے رب کی بارگاہ میں دعاؤں کے لیے ہاتھوں کو بلند کرے تو شرف قبولیت کے ساتھ اس دنیا میں اپنی کامیابی اور کامرانی کو نگاہوں کے سامنے جھلکتا ہوا محسوس کرے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ رمضان المبارک کو اپنے لیے ایک تربیت گاہ اور ایمانی حرارتوں کو بیدار کرنے والا محور تصور کرے ہر پل اللہ کی عبادت میں گزارے اور ہر لمحہ رب کی سعادتوں اور اس کی رضامندیوں سے لطف اندوز ہونے کیلئے کسی نہ کسی نیکی کو ضرور کرتا ہوا اور انجام دیتا ہوا نظر آئے۔ کھانے اور پینے کی انواع اور اقسام کی چیزوں کے ساتھ ہماری زندگیوں میں اور ہمارے شوق عبادت میں بھی بدلاؤ آنا چاہیے اور اس طرح سے بدلاؤ آنا چاہیے کہ ہم جب عبادت اور بندگی کی شروعات کریں تو صرف تین دن ہفتہ اور عشرے کیلئے نہ ہو بلکہ یہ پورے مہینے بلکہ رمضان کے بعد آئندہ سال تک کیلئے ہمیشہ جاری رہنے والا اور ہماری زندگی میں باقی رہنے والا اور اللہ کیلئے قائم اور دائم رہنے والا ہو۔ آیئے اس ماہ مبارک میں ہم اس بات کا عہد و پیمان کریں کہ ہم اپنے ذوق عبادت کو بھرپور رب کی سعادتوں کیلئے استعمال کریں گے اور رمضان کی برکتوں اور رحمتوں کو پانے کیلئے ہر لمحہ اللہ کی عبادت اور بندگی قرآن کی تلاوت اور نوافل کے اہتمام کے ساتھ ہمیشہ اللہ کو راضی کرنے اور رمضان المبارک کے حسین لمحات سے لطف اندوز ہونے کی جدوجہد کریں گے۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور رمضان کی سعادتوں سے ہم سب کو مالا مال فرمائے وما توفیقی الا باللہ

تزکیہ واصلاح

ماہ رمضان اور تزکیۂ نفس

● شیخ نثار احمد محمد مستقیم مدنی (شیخ الجامعہ جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

ماہ رمضان عبادت و ریاضت، عفوودرگزر صبر وتحمل، تلاوت واذکار، سخاوت وایثار، غمخواری وغمگساری، رحم وکرم، غربا پروری، تغیر وتبدیلی نیز گناہوں سے دور ہونے کا موسم بہار اور انتہائی زریں موقع ہے چنانچہ جب پتجھڑ کے موسم میں درخت خشک پتوں کو اتار کر سبز پتوں کا پیرہن زیب تن کرتے، مسلسل نشیب وفراز شاہراہوں پر نقل وحرکت کے سبب گاڑیوں کی سروسنگ ضروری ہوتی ہے اسی طرح شیطان لعین کے وسوسوں، نفس امارہ کے شرور اور قرناء سو کی بری صحبتوں کے نتیجہ میں اللہ رب العزت صراط مستقیم سے برگشتہ افراد کے لیے ماہ رمضان کا یہ حسیں ماحول فراہم کرتا ہے جو اس کے بندوں کے لیے سوہان روح کے مانند ہے جس میں فواحش ومنکرات سے کنارہ کشی، کفّارہ سیئات، خیر کی عادت ڈالنے اور رفع درجات کا حسین موقع فراہم ہوتا ہے، جس کے فیوض و برکات اور دوررس نتائج سے ہر صاحب ایمان کو اپنے نفس کی تطہیر وتزکیہ، تقوی وللّٰہیت کی خو پیدا کرنے نیز انگنت نیکیوں سے اپنے دامن مراد کو بھرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے ذیل میں کتاب وسنت کی روشنی میں چند باتیں پیش خدمت ہیں:

ماہ رمضان اور تقویٰ وللّٰہیت:

ماہ رمضان کے سایہ فگن ہوتے ہی ہرسو ایک طرح کا روحانی سماں اور عبادات کی راہیں ہموار ہو جاتی ہیں چنانچہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے، جہنم کے بند کردیئے جاتے، سرکش شیاطین مقید نیز ایک منادی خیر کے متلاشیوں کو کارخیر کی جانب دعوت دیتا اور شر پسندوں کو اپنی رذیل حرکتوں سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ ہر شب اللہ کی جانب صدق دل سے رجوع کرنے والے نامزد جہنمیوں کو جہنم سے رستگاری عطا فرماتا ہے علاوہ ازیں برائیوں کے اسباب پر بند لگانے کی خاطر شہوات نفس کو کچلنے اور اسے کنٹرول میں لانے کی خاطر مسلسل ماہ صیام غیر معمولی مؤثر کردار پیش کرتا ہے نیز انتہائی دقیق اور منظم انداز میں عبادات کا شیڈول صیام وقیام، فرائض وسنن کی حددرجہ پابندی، واجب ونفلی صدقات کی ادائیگی، عمرہ کا اہتمام، تلاوت کلام مجید اور اعتکاف نیز صدقہ فطر کے ذریعہ دنیاوی مشاغل اور اس کی رنگینیوں سے کنارہ کش ہوتا اور اپنے جسم سے گناہوں کے بوجھ کو ہلکا کرتا ہے۔

ماہ رمضان اور صبر وتحمل کی عادت:

ماہ رمضان صبر وتحمل کا مہینہ ہے جس میں صبر اپنے تمام انواع واقسام کے ساتھ بدرجہ اتم ظاہر ہوتا ہے چنانچہ صوم جسکا حقیقی مفہوم نفس کو روکنا اور باز رکھنا ہے اس لئے ایک

صائم پورے ماہ شب وروز میں طاعت کے ہر ممکنہ کاموں پر نفس کو آمادہ کرتا ہے معصیت کے جملہ دروازوں پر دستک دینے کے بجائے شدید نفرت سینے میں سجاتے ہوئے ہر جلی وخفی معصیت سے حتی المقدور اپنے دامن کو بچاتا ہے اور اس راہ میں درپیش جملہ ابتلاء وآزمائش سے اپنے نفس کو خندہ پیشانی کے ساتھ تقدیر پر راضی برضا ہوکر برداشت کرنے کا عادی بناتا ہے کیونکہ ایک بندہ مومن اپنے عام عادات واطوار کی خلاف ورزی کرتا، بعض مباحات جن سے وہ مالوف ہوتا ہے لیکن محض صوم کے تقاضے کے سبب انہیں ترک کرنے پر مجبور ہوتا ہے نفس، شیطان، بری صحبتوں اور مال واولاد کے فتنوں نیز ہر طرح کے شبہات وشہوات کے خلاف اس ماہ مقدس میں ایک مومن پیہم برسرِ پیکار رہتا ہے چنانچہ انسان کے سب سے بڑے دشمن ابلیس لعین سے اس کا واسطہ ہوتا ہے جس کی سرکش قوم کو اس ماہ میں جکڑ دیا جاتا ہے جو عبادت کی انجام دہی میں ایک مومن کے لیے رب کی جانب سے خصوصی عنایت ہوتی ہے البتہ ماہ رمضان میں چھوٹے شیاطین کی آزادی یہ وسوسہ کا باعث ہوتی رہتی ہے دوسری جانب مختلف اعتبار سے ایک انسان کا کئی طرح کے لوگوں سے یارانہ ہوتا ہے چنانچہ کچھ دینی امور میں جسمانی غذا کی طرح اسے روحانی غذا فراہم کرتے ہیں جن سے وہ کسی بھی قیمت پر مستغنی نہیں ہوسکتا اور کچھ دنیاوی امور میں اس کی زندگی کے مشکل حالات میں مرہم کا درجہ رکھتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو دین ودنیا کے اعتبار سے مفید کے بجائے نقصان دہ اور اس کی نیکیوں کو ضائع کرنے والے ہوتے ہیں چنانچہ صوم ایسے برے ساتھیوں کے خلاف صوم کو ڈھال بناتا ہے فرمان نبوی ہے:

"من لم يدع قول الزور والعمل به والجهل فليس لله حاجة من أن يدع طعامه أو شرابه". [صحیح بخاری:1903]

''جو بیہودہ باتوں اور حرکتوں نیز جہالت ونادانی کے کاموں سے باز نہیں آتا ہے تو اللہ کو اس کے کھانے پینے سے باز رہنے کی چنداں حاجت وضرورت نہیں ہے''۔

اور فرمایا:

"إذا كان صوم أحدكم فلا يرفث ولا يفسق فإن سابه أحد أو قاتله فليقل إني إمرؤ صائم". [صحیح بخاری:1904]

''جب تم میں سے کسی کے صوم کا دن ہو تو اسے چاہیے کہ فحش حرکتوں اور بیہودہ گفتگو سے پرہیز کرے اگر کوئی ان پر سب وشتم یا لڑائی جھگڑا کرے تو اس سے کہے میں صائم ہوں''۔

رہی بات اہل وعیال اور مال ومنال کا اس ماہ مقدس میں اسیر ہونے اور ان کے فتنوں سے دوچار ہونے کا مسئلہ تو کافی حد تک انسان ان سے اپنے نفس کو آلودہ کرنے سے بچاؤ کی راہ پر گامزن ہوتا ہے کیونکہ دن کے بیشتر اوقات صوم کے سبب طاعت میں گزرتے اور رات میں طویل قیام میں مشغول رہتا ہے اس لئے ان امور کو پنجہ جمانے کا حتی الامکان موقع نہیں مل پاتا ہے کیونکہ صیام کی وجہ سے دنیا اور قیام کے سبب وہ اہل وعیال کے فتنوں سے محفوظ ہوتا ہے اس

طور پر وہ دنیا کے فتنوں سے حفاظت کا جتن کرنے میں فائز المرام ہوتا ہے اور رہی بات نفس امارہ اور خواہشات نفس پر کنٹرول حاصل کرنے کی تو قدم قدم پر صیام، قیام، صدقات وخیرات، افطار صائمین، اعتکاف وعمرہ، تلاوت واذکار، فرائض وسنن کی غایت درجہ پابندی یہ اور اس قسم کے متنوع اعمال اس کی تربیت میں غیر معمولی مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔

صوم رمضان اور تزکیہ نفس:

صبح صادق سے غروب آفتاب تک ایک صائم کے خورد ونوش، مباشرت اور دیگر مفطرات صیام سے باز رہنے کا نام ہے کیونکہ صوم نام ہے نفس کو ہر مفطرات صوم سے باز رکھنا جیسا کہ محض گفتگو نہ کرنے کی نذر ماننے کو قرآن صوم سے تعبیر کرتا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ ٱلْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِيٓ إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ ٱلْيَوْمَ إِنسِيًّا﴾ [مریم:۲۶]

''اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے تو آج ہر گز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی''۔

ایسے میں دلائل کی رو سے ایک صائم فحش گوئی اور فضول گفتگو سے پرہیز کرتے ہوئے زبان کا صوم رکھتا ہے غلط وحرام چیزوں کو چھونے حرام کام کو انجام دینے اور شرک وبدعت کے کاموں کے سلسلے میں دست تعاون دراز کرتے ہوئے کسی کا دست وبازو بننے سے احتراز کرنا ہے پاؤں کا صوم یہ ہے کہ حرام کاری، حرام کمائی، گناہوں اور شرک وبدعت کی محفلوں تک چل کر جانے سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے۔ شکم کا صوم حرام خوری سے پرہیزی کا نام ہے، آنکھ کا صوم اجنبی خواتین، فحش ویڈیوز اور غلط وبرہنہ تصاویر اور شرک وبدعت پر مبنی تحریروں سے نگاہوں کی حفاظت کا نام ہے کان کا صوم جذبات کو بھڑکانے، دلوں میں ہیجان پیدا کرنے والے گانے، شرک وبدعت پر مبنی بیہودہ آڈیوز، گانے، تقریریں وغیرہ سننے سے پرہیز کرنے کا نام ہے اور شرمگاہ کا صوم حالت صوم میں حلال وحرام تمام راستوں سے مباشرت اور اس کے اسباب سے دوری بنانے کا نام ہے مختصر اینکہ تمام اعضاء وجوارح کو بحالت صوم جملہ مفطرات صیام کا پورے تسلسل کے ساتھ برضا و رغبت مکمل جہنم سے رستگاری، ان گنت اجر جزیل کی امید، تمام صغائر سے معافی، قرآن وصیام کی شفاعت کی امید نیز باب الریان سے جنت میں داخلہ کا خواب سجا کر ایک صائم ایک ماہ کی تربیت گاہ سے مکمل طور پر گناہوں سے توبہ، غلط صحبتوں اور غلط عادات واطوار سے نفرت کا شکار ہو کر آئندہ گیارہ ماہ کے لیے اپنی عبادت وریاضت کے سبب پوری روحانی انرجی کے ساتھ میدان میں قدم رنجہ ہوتا ہے۔

رمضان اور غیر ذمہ دارانہ رویہ:

ماہ رمضان جو تمام اقوام عالم کی زندگی میں تغیر وتبدیلی کا ایک بہترین پرکیف ماحول کی طرح ڈالتا ہے جسکی عطر بیزیاں مشام جاں کو ہر سو معطر کرتی ہیں لیکن پھر بھی ایک کثیر تعداد اس ماہ مقدس میں اپنی پرانی رفتار بے ڈھنگی پر قائم رہتے ہیں اس کی آمد ورفت دیگر مہ وسال کی آمد ورفت کی طرح ہوتا ہے دن کے بیشتر اوقات نوم اور راتیں لایعنی

کاموں میں شب بیداری کرتے گزر جاتی ہیں، آخری عشرہ میں مارکٹنگ، خواتین زیادہ تر اوقات افطاری تیار کرنے اور عید کی تیاریوں، ٹیلی ویژن، ڈرامے، سیرئل اور فلم بینی میں مشغول رہتے ہیں، غلط صحبتوں، سیر وتفریح کے شوقین نظر آتے ہیں۔ کچھ رمضان میں متحرک وفعال اور صف اول کے نمازی ہوتے ہیں پر رمضان کے ختم ہونے کے معا بعد شتر بے مہار ہوکر ہر طرح کے معاصی میں پیش پیش نظر آتے ہیں یہ چیزیں رمضان کے اثرات سے محرومی اور اس کی اثر پذیری سے عاری ہونے کا پتہ دیتی ہیں۔

ماہ رمضان اور قرآن کی اثر آفرینی:

ماہ رمضان ماہ قرآن ہے اسی ماہ مقدس کی شب قدر میں لوح محفوظ سے یک مشت سماء دنیا کے بیت العزت میں پورا قرآن نازل ہوتا ہے اور حسب ضرورت واحتیاج رفتہ رفتہ پورے 23 سالہ دور نبوت میں نازل ہوتا ہے ہر سال نازل شدہ حصے کا اسی ماہ میں جبرئیل امین تشریف لاکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مراجعہ فرماتے اور وفات نبوی کے سال دو دفعہ مراجعہ فرمایا اس کا قاری روئے زمین کا سب سے بہتر انسان، اس کی مجلسیں فرشتوں کی آماجگاہ، اہل مجلس پر رحمت باری تعالیٰ کا فیضان نیز ان پر سکینت ربانی کا سایہ ہوتا ہے یہ دلوں کے لیے باعث شفاء، ایمان میں زیادتی کا سبب ،رشد وہدایت کی راہ پر گامزن کرنے کا ضامن، دنیا وآخرت کی سعادت کا پیش خیمہ، ایک حرف کی تلاوت دس نیکیوں کے حصول کا ذریعہ اور سنگ سے سنگ دل لوگوں کو یکلخت موم کرنے کا ہنر رکھنے والی رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک دائمی معجزہ ہے جس سے قربت اور جس کی تلاوت کو معمولات زندگی میں شامل کرنے کے لیے ماہ رمضان ایک انتہائی اہم مہینہ اور اس کی گھڑیاں بابرکت وباسعادت مواقع ہیں جن سے ایک مسلمان کو تلاوت وتراویح میں بار بار سن اور پڑھ کر ایمان کو تازہ کرنا چاہیے اور اپنے رب سے ہم کلامی کی عادت ڈالنی چاہیے۔

رمضان اور نظام الاوقات کی پابندی:

رمضان المبارک بلاشبہ وقت کی قدر وقیمت پہچاننے اور زندگی کے نظام الاوقات کو مرتب کرنے کا انتہائی اہم مہینہ ہے چنانچہ ماہ رمضان کے دنوں میں صیام، راتوں کو پورے ماہ طویل قیام اور آخری عشرہ میں تلاوت، ذکر واذکار، نوافل وغیرہ کے لئے شب بیداری، پنج وقتہ صلوات باجماعت مع سنن رواتب کی ادائیگی، زیادہ سے زیادہ تلاوت، افطاری، وقت آنے پر صدقۃ الفطر کی تقسیم وغیرہ ایک منصوبہ بند شیڈول کے تحت انتہائی منظم ومرتب انداز میں انجام پانے والی عبادتیں اپنے جلو میں یہ پیغام رکھتی ہیں کہ ایک بندہ مومن کی پوری حیات مستعار عبادات سے لیکر معاملات تک تمام شعبہائے حیات میں منظم، مربوط اور مرتب ہونا چاہیے کیونکہ یہی کامیابی کی شاہ کلید اور سرخروی کی علامت ہے علاوہ ازیں وہ اعمال میں مداومت وہمیشگی برتنے والا نیز اگلے گیارہ مہینوں میں بھی خیر کے کاموں میں سبقت کرنے والا بنے، اس ماہ مقدس میں حاصل شدہ اجر وثواب کی حفاظت اور رب کی بارگاہ میں اس کی شرف قبولیت کے لیے دعا گو ہو۔

تربیت وآگہی

ماہ مبارک کی عبادات کیلئے ایک جامع لائحہ عمل

● دکتور اجمل منظور مدنی (وکیل جامعۃ التوحید بھیونڈی ممبئی)

رمضان المبارک بڑی برکتوں اور بڑی فضیلتوں کا مہینہ ہے۔ اس ماہ میں اللہ رب العزت کی طرف سے انسانوں کو خصوصی سہولیات ملتی ہیں اور اس کے خصوصی انعام دنیائے انسانیت پر ہوتے ہیں۔ اس ماہ مبارک میں اللہ کی رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ آسمانوں کے دروازے بھی کھول دیئے جاتے ہیں اور ان سے انوار و برکات اور رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔ رمضان المبارک میں عبادات اور نیک اعمال کی طرف لوگوں کی رغبت بڑھ جاتی ہے۔ اس ماہ مبارک میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اس ماہ کے آخری عشرے کا اعتکاف مسنون ہے جہاں ہر پل اور ہر لمحہ بندہ نیکیوں اور رحمتوں کے سائے میں بسر کرتا ہے۔

رمضان المبارک میں اللہ رب العزت کی طرف سے یہ انعام و اکرام اور نوازشیں اور ان کے برکات ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عام دنوں میں جن لوگوں کے لیے عشاء کی چند رکعات پڑھنا مشکل ہوتا ہے، وہ رمضان میں تراویح اور قیام اللیل کے ساتھ نوافل کی شکل میں کئی کئی رکعات مزید پڑھ لیتے ہیں۔ سحر خیزی کی دولت سے محروم بہت سے لوگ شب بیداری کے پابند ہوجاتے ہیں۔ ذکر و تلاوت کے معمولات میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ اللہ کے لیے صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رہنا آسان ہوجاتا ہے۔ پورے مہینے فضا میں نور و نکہت کی بارش محسوس ہوتی ہے۔ لڑنے جھگڑنے والے روزہ کی ڈھال سے اپنے غصے کا مقابلہ کرنے لگتے ہیں۔ نگاہیں جھک جاتی ہیں اور دل انوار الٰہی کے دیدار میں محو ہوجاتے ہیں۔

قرآن مجید میں رمضان کی کئی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں اور احادیث میں تو رمضان المبارک کے فضائل اتنی کثرت سے آئے ہیں کہ ان کے بیان کے لیے مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ رمضان المبارک کے فضائل سے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں حاضرین سے فرمایا کہ تم لوگ ممبر کے قریب آجاؤ۔ جب لوگ قریب آگئے تو آپ ممبر پر چڑھے۔ جب پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا ’آمین‘۔ اس کے بعد دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا کہ ’آمین‘۔ اس کے بعد تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو بھی فرمایا ’آمین‘۔ جب آپ ممبر سے اترے تو صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آج ہم نے آپ سے ایک ایسی بات سنی جو کبھی نہیں سنی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میرے سامنے جبرئیل (علیہ السلام) آگئے اور انھوں نے کہا کہ برباد ہوجائے وہ شخص جس کو رمضان المبارک کا مہینہ ملا، لیکن

وہ اپنی بخشش نہ کرواسکا، تو میں نے کہا آمین۔

قابل غور بات یہ کہ رمضان المبارک تو اللہ رب العالمین کا عطیہ ہے لیکن اس عطیہ سے بہرہ مند ہونے کی ذمہ داری خود انسان کی ہے۔یعنی انسان کو کوشش کر کے اس ماہ مبارک میں اپنی مغفرت کو یقینی بنانے کی جدوجہد کرنی چاہیے۔ ہر شخص کو اپنے طور پر ہر ممکن طریقہ اختیار کرنا چاہیے تاکہ اس کی مغفرت کی شکل پیدا ہوسکے۔اس نقطہ نظر سے رمضان المبارک کی مبارک ساعات کو بہت احتیاط اور پورے دھیان سے گزارنے کی ضرورت ہے۔

رمضان المبارک کے بابرکت ایام کو صحیح طرح سے گزارنے اوران سے پورا فائدہ اٹھانے کے سلسلے میں قرآن وحدیث میں متعدد ہدایات ہیں۔لوگ عام طور پر ان ہدایات پر عمل بھی کرتے ہیں۔

کسی اہم کام کے سلسلے میں صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ اُس کا وقت آنے پر اُسے انجام دے دیا جائے بلکہ دو اور امور کا اہتمام بھی ضروری ہے:

الف-کام سے قبل اُس کیلئے پوری استعداد و تیاری۔

ب-کام کی تکمیل کے بعد اُس کے اثرات ونتائج کو محفوظ رکھنے کی سعی۔

اس ماہ مبارک کیلئے ایک جامع لائحہ عمل اور مکمل تیاری کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس مبارک ماہ رمضان کی عظمت کے شعور کی تازگی اور اسکی رونق پر فضا کو محسوس کریں۔استقبالِ رمضان کا پورے طور پر اہتمام کریں نیز منصوبہ بند طریقے سے اس پر کار بند ہونے کیلئے تیار رہیں۔اسے قدرے تفصیل سے ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے:

1-صوم رمضان کی اہمیت:

تیاری کے سلسلے میں پہلا کام یہ ہے کہ روزے اور رمضان کی اہمیت ذہن میں تازہ کر لی جائے۔صوم (روزے) کی اہمیت کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ ارکانِ اسلام میں سے ایک رُکن ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اِسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اِس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اُس کے بندے اور رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

روزے کی اہمیت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اِس عبادت کے لیے رمضان کا مہینہ منتخب کیا گیا ہے اور رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [البقرة:۱۸۵]

ترجمہ: ''ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہئے، ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں، وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر کرو''۔

سورہ بقرہ کی اس آیت میں قرآن مجید کی عظمت کے تین پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے:

الف- قرآن اِنسانوں کے لئے ہدایت ہے۔

ب- قرآن حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی کسوٹی فراہم کرتا ہے۔

ج- قرآنی تعلیمات، واضح اور روشن ہیں جن کو سمجھنا آسان ہے۔

روزے کی اہمیت کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ اِس عبادت کی انجام دہی سے تقویٰ کے حصول کی توقع کی جاسکتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ﴾ [البقرۃ:۱۸۳] ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے فرض کردیئے گئے جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ اِس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔''

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ تقویٰ کی صفت کے ساتھ روزے کی عبادت کی خاص مناسبت ہے۔

2-استقبالِ رمضان کا اہتمام:

ماہ مبارک رمضان کی اہمیت کی یاد دہانی کے بعد دوسرا ضروری کام استقبال رمضان ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کی آمد سے قبل نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کو اس عظیم مہینے کی برکات کی جانب متوجہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے رمضان سے قبل اسی کی خاطر خطبہ ارشاد فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کی آمد سے قبل اُس کے فضائل کی جانب، اہل ایمان کو متوجہ کرنا ایک مسنون عمل ہے۔ آپ ﷺ کی اِس سنت کی پیروی کرتے ہوئے مسلمانوں کے ذمے داروں کو بھی استقبالِ رمضان کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اس سلسلے میں رمضان کی برکات و فیوض کے تذکرے کیلئے خصوصی اجتماعات کا انعقاد کیا جاسکتا ہے اور استقبالِ رمضان کی مہم چلائی جاسکتی ہے۔ اِس کے علاوہ جمعہ کے خطبات اور عام دینی اجتماعات میں بھی رمضان کی اہمیت اور اُس سے استفادے کے طریقوں پر اظہار خیال کیا جاسکتا ہے۔ بحیثیت مجموعی، مسلمانوں کے تمام اجتماعی اداروں میں رمضان کی آمد سے قبل ایسا ماحول پیدا کیا جانا چاہئے جس میں اس ماہ کی برکات سے استفادہ آسان ہوجائے۔

استقبالِ رمضان کی مختلف اور متنوع سرگرمیوں کے ذریعہ پورے مسلم معاشرہ میں ایسی فضا پیدا کی جاسکتی ہے جو نیکیوں کے لئے سازگار ہو اور جس میں برائیاں مٹنے اور ختم ہونے لگیں۔ دینی جمعیتوں اور تنظیموں کو خصوصاً رمضان المبارک کے استقبال کا اہتمام کرنا چاہئے۔

3-رمضان کی منصوبہ بندی:

رمضان سے قبل جو تیاری درکار ہے اُس کا تیسرا جز منصوبہ بندی ہے۔ رمضان المبارک کی آمد سے قبل ایک طالبِ صادق کو اِس ماہ کے لئے منصوبہ بنانا چاہئے تاکہ وہ اس کی برکات سے پورا فائدہ اٹھا سکے۔ اِس منصوبہ سازی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ عمل کے لیے صحت، قوت، مواقع اور توفیق عنایت فرمائے۔ منصوبے کا بنیادی جزو پورے ماہ کے روزے رکھنے کا پختہ ارادہ ہے۔ اِس کے علاوہ دوسرے کام جن کے لئے منصوبہ بندی درکار ہے، وہ کچھ اس طرح ہیں:

-تلاوتِ قرآن مجید کی پابندی۔

-تراویح اور قیامِ لیل کا بھرپور اہتمام۔

-قرآن کریم کے مطالعہ کرنے اور اس کے معانی پر تدبر کرنا۔

-نفل نمازوں اوراذکار و وظائف کا اہتمام۔

-شبِ قدر میں قیام۔

-اگر ممکن ہو تو اعتکاف کا اہتمام۔

-فرض اور نفل انفاق۔

-افطاری کرانے کا اہتمام۔

-بشرطِ استطاعت روزے داروں کو کھانا کھلانا۔

-وقت پر صدقہ فطر کی ادائیگی۔

-بندگانِ خدا کو توحید و سنت کی دعوت۔

منصوبہ بندی میں یہ طے کرنا شامل ہے کہ مندرجہ بالا اعمال کو کس طرح، کس وقت اور رمضان کے کِن دنوں میں انجام دیا جائے گا؟

اِس منصوبے پر عمل کے لئے ضروری ہے کہ ممکن ہو تو اس مہینے میں معاشی مصروفیات کو کسی قدر کم کیا جائے تا کہ عبادت، تلاوتِ قرآن اور دیگر خیر و بھلائی کے کاموں کے لئے وقت مل سکے اور آرام کا اتنا موقع مل جائے کہ قیامِ لیل میں طبیعت کا نشاط اور تازگی باقی رہے۔ اِسی طرح غیر ضروری سفر سے حتی الامکان بچنا چاہئے۔

منصوبہ بندی کی کامیابی کے لئے وقت کا موزوں استعمال ضروری ہے۔ عموماً عید سے قبل کے چند دن لوگ خریداری (شاپنگ) میں گزارتے ہیں اور اُن کی توانائی اور وقت کا خاصا حصہ بازار کی دوڑ دھوپ کی نذر ہو جاتا ہے۔ غالباً اچھی منصوبہ بندی یہ ہوگی کہ ضروری شاپنگ، رمضان سے قبل ہی کر لی جائے تا کہ رمضان کے قیمتی اوقات سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ تجربات سے سیکھ کر اچھی منصوبہ بندی میں ایک دوسرے کی مدد بھی کرنی چاہئے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ نیک کاموں کی انجام دہی کا منصوبہ اُسی وقت کامیاب اور مفید ہوسکتا ہے جب اِنسان تصحیح نیت، اِخلاص، کسبِ حلال اور حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرے نیز لغویات وخرافات سے ہر ممکن طریقے سے اجتناب کرتا رہے۔

4-مکمل یکسوئی اور لغویات وخرافات سے پرہیز:

موجودہ زمانہ میں رمضان کے مبارک مہینے کو قیمتی بنانے کے لئے ضروری ہے کہ گھر کے تمام افراد پرنٹ والیکٹرانک میڈیا میں موجود اسباب معاصی سے اپنے آپ کو دور رکھیں، تا کہ یکسو ہو کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہوسکیں، سلف صالحین رحمہم اللہ تو اس مہینے میں تعلیم و تدریس کو موقوف کردیتے تھے، تا کہ قرآن کی تلاوت، اس میں غور وفکر اور تدبر، عبادت اور قیام اللیل کے لیے مکمل طور سے فارغ ہو جائیں۔

حدیث نبوی ہے کہ آدمی کے حسن اسلام کی نشانی ہے کہ وہ لغویات کو ترک کردے۔ رمضان المبارک وہ مہینہ ہے جس میں ہم سوشل میڈیا پر غیر ضروری طور پر وقت ضائع کرنے سے بچ جاتے ہیں، ورنہ زیادہ تر مرد و خواتین ڈرامے اور سیریل دیکھنے میں اپنے قیمتی اوقات صرف کردیتی ہیں۔

5-ذاتی احتساب کا اہتمام:

رمضان المبارک کا اصل مقصد ہمارے اندر تقویٰ کی صفت

پیدا کرنا ہے اور تقویٰ ہمارے دل کی اس کیفیت کا نام ہے، جب ہم صرف رضاء الٰہی کے لیے گناہوں سے باز آجائیں اور نیکیوں کو کرنے کی تڑپ ہمارے اندر پیدا ہو جائے۔ یہ تقویٰ ہی ہمارے روزے کی روح ہے، اسی لیے ایمان اور احتساب کے ساتھ روزے رکھنے والے کے گذشتہ گناہوں کی معافی کی بشارت ہے۔ رمضان المبارک ایمان میں اضافے اور ذاتی احتساب کا مہینہ ہے، اور یہ احتساب ہم اپنے ایمان کی روشنی میں خود کر سکتے ہیں۔

ہم میں سے ہر ایک کو خود اپنا جائزہ لینا ہے کہ میں کس طرح اپنے رمضان کو بہتر سے بہتر بنا سکتا ہوں؟ مجھے اپنے اوقات کو کس طرح منظم کرنا ہے؟ میں کن سرگرمیوں اور کاموں میں مشغول رہ کر اپنے رب کی رضا کو حاصل کر سکتا ہوں؟ کن کاموں اور باتوں سے مجھے دور رہنا ہے؟ ذاتی احتساب کی یہ اسپرٹ ہمارے ایمان میں اضافے کا سبب بنتی ہے اور خوشنودیٔ رب کے حصول کی خواہش کو بڑھاتی ہے۔

6۔نوافل عبادات اور تلاوت قرآن پاک کا اہتمام:

رمضان المبارک میں کثرت سے نوافل کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم رہے کہ رمضان المبارک کو تلاوت قرآن سے خاص مناسبت ہے۔ اس لیے کہ قرآن مجید رمضان المبارک میں ہی نازل ہوا۔ رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام پورا قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنایا کرتے تھے اور ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کرتے تھے۔ اس لیے رمضان کو قرآن سے بڑی مناسبت ہے۔ اس لیے رمضان المبارک میں تلاوت کا معمول بنائیں۔ رمضان میں تلاوت کے لیے کوئی خاص وقت متعین نہ کریں بلکہ ہر نماز کے بعد حسب سہولت تلاوت کر لیں۔ اس طرح قرآن مجید سے شغف اور تعلق میں اضافہ ہوگا اور اس کے ذریعے اجر کا جو ذخیرہ جمع ہوگا اس کا اندازہ لگانے کی ضرورت نہیں۔ اس کو پورے طور پر اللہ رب العالمین کے لیے چھوڑ دیں۔

تلاوت کے وقت ایک بات ہمیشہ ملحوظ رہے کہ قرآن کا مقصد صرف الفاظ کی تلاوت نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کا مفہوم سمجھنا اور اس کی ہدایات کو اپنی زندگی میں شامل کرنا بھی ضروری ہے۔ قرآن اصلاً تو عمل کے لیے نازل ہوا تھا، اس لیے جب تک قرآن کو سمجھا نہ جائے، اس وقت تک گویا نزول قرآن کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔ جو لوگ عربی جانتے ہیں وہ تو سمجھ لیں گے لیکن جو عربی نہیں جانتے وہ پہلی فرصت میں یہ نیت کریں کہ وہ عربی سیکھیں گے تاکہ قرآن مجید کو سمجھ سکیں۔ جب تک عربی نہیں سیکھ پاتے اس وقت تک قرآن کا ترجمہ پڑھ کر اس کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ بطور خاص کسی معتبر عالم کی نگرانی میں سیکھیں تاکہ فہم قرآن میں کوئی غلطی نہ ہو۔

7۔افطار کروانا:

اس مبارک مہینے میں ہر مسلمان حسب استطاعت روزہ داروں کو افطار کروا کر دوہرا اجر حاصل کر سکتا ہے، چنانچہ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جس نے کسی روزہ دار کو افطار کروایا، اس کو روزہ دار کے مثل اجر ملے گا اس طور پر کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی''۔ [ترمذی، نسائی وابن ماجہ]

8۔صدقات وخیرات کرنا:

اس ماہ مبارک میں جتنا ہو سکے دوسروں کی مدد کریں۔ ویسے تو

سب کی مدد کریں لیکن خاص طور پر ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کریں۔غریبوں کی خصوصی مدد کے لیے اس مہینہ میں صدقہ الفطر واجب کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ بھی جتنا ہو سکے اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔بہت سے لوگ اسی ماہ مبارک میں اپنی زکوۃ بھی نکالتے ہیں یہ بھی اچھا عمل ہے۔

9-خدمت خلق اور باہمی تعاون کا جذبہ:

اس مہینہ میں ایک ضروری کام خدمت ہے۔جہاں تک ہو سکے اپنے معاشرے اور اپنے گرد و پیش کی خدمت اور خبر گیری کریں۔خدمت کا آغاز اپنے گھر والوں سے کریں۔جن کے پاس ان کے والدین کی دولت موجود ہو وہ سب سے زیادہ ماں باپ کی خدمت کریں۔ان کے علاوہ میاں بیوی ایک دوسرے کی خدمت کریں۔اپنے بچوں کی خبر گیری کریں۔ضعیف رشتہ داروں اور محلے کے بزرگوں کی خدمت کریں۔خدمت بھی ایک عظیم عبادت ہے۔

رمضان المبارک کا ایک نام شہر المواساۃ یعنی ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ بھی ہے۔اس ماہ مبارک میں دوسروں کی خبر گیری کرنا اس ماہ کے مقاصد میں سے ہے۔

خیر کے کاموں میں خرچ کے ذریعہ سے جہاں ایک طرف نیکی کے کاموں میں تعاون اور مستحق لوگوں کی امداد ہوتی ہے تو دوسری طرف رمضان میں عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ اجر حاصل ہوتا ہے۔

10-نفس کی تربیت:

رمضان المبارک میں سب سے ضروری کام نفس کی تربیت ہے۔یہ روزہ کے مقاصد میں شامل ہے۔ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

”مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ اِللهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ“.

ترجمہ: ”جو شخص (بحالتِ روزہ) جھوٹ بولنا اور اس پر (برے) عمل کرنا ترک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے“۔

دوسری جگہ فرمایا: **”الصِّيَامُ جُنَّةٌ. فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ وَإِنْ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ“.** [ابن ماجہ]

ترجمہ: روزہ ڈھال ہے۔پس روزہ دار نہ فحش کلامی کرے اور نہ جہالت کی باتیں اور اگر کوئی اُس سے لڑے یا گالی دے تو دو دفعہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

اس لیے اس پر خصوصی توجہ رہنی چاہیے کہ روزے کے ذریعے ہمارے نفس کی اصلاح ہو، باطن کا تزکیہ ہو، ہمارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔کسر نفسی پیدا ہو، صبر و برداشت کا مادہ پیدا ہو، ہم معاف کرنا سیکھ جائیں، ہمارے اندر جتنے یہ خصائص پیدا ہوں گے، تقویٰ کا معیار اسی اعتبار سے بلند ہوتا جائے گا۔اور روزے کے مقاصد بھی پورے ہوں گے۔

دعاء ہے کہ اللہ رب العزت ہم سب کو رمضان المبارک کے لئے پوری تیاری کرنے، اس کے لئے ایک جامع لائحہ عمل طے کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم پورے منصوبہ بند طریقے سے ماہ رمضان کو گزار کر زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب کو حاصل کرسکیں۔(آمین)

تنبیہات وتوجیہات

ماہ رمضان اور لوگوں میں پائے جانے والے بعض وسوسے

● ڈاکٹر فاروق عبداللہ نراین پوری (استاد جامعہ اسلامیہ نور باغ، کوسہ، ممبرا)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله محمد وآله وصحبه أجمعين، أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله، أما بعد:

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ وہ ہمیشہ انسان کو نیکی کی راہوں سے دور اور گناہ کے راستوں پر ڈھکیلنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اور ہر شخص کو اس کے علم اور تقوی و پرہیزگاری کے حساب سے بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی شخص عبادت وبندگی میں منہمک ہوتا ہے تو اسے غلو اور افراط کے شکنجہ میں جکڑتا ہے یا پھر اس کے اندر شکوک وشبہات کے بیج بو کر اسے اصلا عبادت سے ہی دور کر دیتا ہے۔

ماہ رمضان میں بھی بہت سارے لوگوں کو ایسے وسوسوں کا شکار دیکھا جاتا ہے۔ ذیل میں بعض ایسے وساوس کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جسے راقم الحروف نے گذشتہ چند سالوں میں بکثرت لوگوں کے درمیان دیکھا اور سنا ہے:

ا۔ تین رات سے زیادہ باجماعت صلاۃ تراویح نہ پڑھنا:

ماہ رمضان کے اہم اور بابرکت اعمال میں سے ایک عمل باجماعت صلاۃ تراویح کا ادا کرنا ہے۔ لیکن بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے دیکھا اور سنا جاتا ہے کہ تین رات سے زیادہ باجماعت صلاۃ تراویح جائز نہیں۔ اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ نبی ﷺ نے چونکہ تین رات سے زیادہ جماعت کے ساتھ تراویح نہیں پڑھی یا پڑھائی اس لیے تین رات سے زیادہ اسے جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی جا سکتی حتی کہ بعض حضرات جرأت ومبالغہ سے کام لیتے ہوئے اس پر بدعت کا بھی حکم صادر فرما دیتے ہیں۔ واللہ المستعان

حالانکہ اس کے استحباب اور فضیلت پر سنت سے دلیل موجود ہے، نیز صحابہ کرام کا متفقہ عمل اس کی مشروعیت پر بین ثبوت ہے۔

البتہ نبی ﷺ کا تین رات سے زیادہ باجماعت تراویح نہ پڑھانا تو وہ اس لیے تھا کہ صحابہ کرام کے شدید حرص کی بنا پر آپ کو اسے امت پر فرض کر دیے جانے کا خوف لاحق ہو گیا تھا، جو کہ لوگوں پر باعث مشقت تھا۔ [دیکھیں: صحیح بخاری: 1/ 197، صحیح مسلم 1/ 524]

لیکن آپ کی وفات کے بعد یہ خوف زائل ہو گیا۔ اس لیے جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں لوگوں کو باجماعت تراویح کے لیے جمع کیا تو کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

نیز جس حدیث میں نبی ﷺ کے تین رات باجماعت تراویح کا ذکر ہے اسی میں آپ کا یہ قول بھی موجود ہے:

”**إن الرجل إذا صلى مع الإمام حتى ينصرف حسب له قيام ليلة**“. [أبو داود: 1375، الترمذی: 806،

النسائی:3/203،ابن ماجہ:1327]

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ارواء الغلیل (2/193) حدیث نمبر(447) میں صحیح قرار دیا ہے)

یعنی جب کوئی شخص امام کے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو اس کے حق میں پوری رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔

پس اس حدیث میں باجماعت تراویح کے لیے واضح دلیل موجود ہے۔اور صحابہ کرام نیز سلف صالحین کے عمل سے اس کی مشروعیت مزید واضح ہوجاتی ہے۔ وللہ الحمد

2۔غروب آفتاب کے بعد افطار میں احتیاطا تاخیر کرنا:

روزہ کی مدت صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک ہے۔ جب سورج غروب ہو جائے اور مؤذن مغرب کی اذان دے دے تو افطار میں احتیاطا تاخیر ایک غیرضروری عمل اور سنت نبوی سے اعراض کرنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر".

''لوگ اس وقت تک خیر میں ہوں گے جب تک افطار میں جلدی کریں گے''۔[صحیح بخاری:1/335]

ایک دوسری حدیث میں ہے:

"لا يزال الدينُ ظاهراً ما عَجلَ الناسُ الفِطْرَ؛ لأن اليهود والنصارى يؤخرون".

''جب تک لوگ افطار میں جلدی کریں گے دین غالب رہے گا، اس لیے کہ یہود و نصاری افطار میں تاخیر کرتے ہیں''۔[سنن أبي داود (2353) ومسند احمد (15/503)۔علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح أبي داوٗد (7/121) میں اسے حسن قرار دیا ہے]

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ حدیث افطار میں تاخیر کرنے کی کراہیت کا تقاضا کرتی ہے چہ جائیکہ اسے چھوڑ دیا جائے، اور جب تاخیر کرنا مکروہ ہوا تو یہ عبادت نہیں بن سکتا، کیونکہ عبادت کا ادنی درجہ یہ ہے کہ وہ مستحب ہو"۔[زاد المعاد فی ھدی خیر العباد 2/36]

۳۔دن میں احتلام ہونے یا جنبی کی حالت میں فجر کی اذان ہوجانے پر روزہ نہ رکھنا:

بہت سارے لوگوں کے اندر یہ غلطی پائی جاتی ہے کہ دن میں احتلام ہونے کی بنا پر روزہ ترک کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے ان کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔اسی طرح جنبی کی حالت میں فجر کی اذان ہوجانے پر کچھ لوگ اس دن روزہ رکھنا جائز ہی نہیں سمجھتے۔

بہت سارے حضرات اکثر شرم وحیا کی وجہ سے علماء سے یہ مسائل دریافت نہیں کرتے، حالانکہ شرعی مسائل دریافت کرنے میں کسی طرح کی شرمندگی نہیں ہونی چاہیے، ایسے حضرات شرم وحیا کے نتیجے میں لاعلمی کی بنا پر اپنے روزہ کو برباد کرڈالتے ہیں۔

روزہ کی حالت میں بیوی سے جماع یا استمناء (ہینڈنگ) کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔لیکن حالت صیام میں احتلام کی وجہ سے روزہ فاسد ہونے کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔(واللہ أعلم) اور اہل علم نے اسے مبطلات صیام میں شمار نہیں کیا ہے کیونکہ یہ بندے کا اختیاری عمل نہیں ہے۔

اس کے برعکس عائشہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیویوں سے جماع کی وجہ سے جنبی ہوتے اور اسی حالت میں فجر ہوجاتی، پھر آپ غسل کرتے اور روزہ رکھتے تھے۔[صحیح بخاری 1925، وصحیح مسلم 1109]

[بقیہ صفحہ ۷۶ پر]

احکام ومسائل

زیورات میں زکاۃ کا حکم

● شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی (داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

اولاً: جمہور اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ استعمال کے لئے سونے، چاندی کے علاوہ سے بنے زیورات میں زکاۃ نہیں ہے، جیسے ہیرے، موتی اور جواہرات وغیرہ سے بنے زیورات، اور اگر زیورات سونے چاندی کے ہوں اور ان میں ہیرے موتی وغیرہ جڑے ہوں تو بھی زکاۃ صرف سونے چاندی میں ہوگی، اور اگر تجارت کی غرض سے ہوں تو اموال تجارت کی حیثیت سے ان سب میں زکاۃ واجب ہوگی۔ [المغنی لابن قدامۃ: 3/44، والکافی لابن قدامۃ: 2/149، والفروع وتصحیح الفروع لابن مفلح: 4/161]

ثانیاً: سونے چاندی کے حرام زیورات مثلاً سونے چاندی کے برتن ہوں یا مرد سونے کی انگوٹھی یا گھڑی استعمال کرے یا عورت سانپ، بچھو یا کسی پتنگے تتلی وغیرہ جاندار کے شکل میں بنے ہوئے زیورات استعمال کرے، یا وہ زیورات جو تجارت کی غرض سے ہوں، اُن میں زکاۃ واجب ہے۔ [دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ: 3/ 47، والمقنع مع الشرح الکبیر والانصاف: 7/30، والشرح الممتع علی زاد المستقنع: 6/125، و6/135، وفتاوی اللجنۃ الدائمۃ: 9/261]

ثالثاً: سونے چاندی کے مباح اور پہنے جانے والے زیورات میں زکاۃ کا حکم:

اس مسئلہ میں سلف تا خلف اہل علم کا اختلاف رہا ہے، اور اس سلسلہ میں ان کی تقریبا چار رائیں [1] پائی جاتی ہیں، جن میں مشہور اقوال اور رائیں حسب ذیل دو ہیں:

① [دیکھئے: سبل السلام: 1/533)، وجامع احکام النساء لمصطفی العدوی: 2/144]

پہلی رائے: یہ ہے کہ عورت کے پہنے جانے والے زیورات میں زکاۃ نہیں ہے:

یہ صحابہ کرام میں عبد اللہ بن عمر، جابر بن عبد اللہ، انس بن مالک، عائشہ صدیقہ اور اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم اور چند تابعین سمیت، جمہور اہل علم کی رائے ہے۔ [المغنی لابن قدامۃ: 3/41، والمجموع شرح المہذب: 6/33، وبدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد: 2/11، وجامع ترمذی: 3/20]

عدم وجوب کے دلائل:

ا۔ حدیث جابر مرفوع وموقوف:

"لَيْسَ فِي الْحُلِيِّ زَكَاةٌ"۔ [التحقیق فی مسائل الخلاف، لابن الجوزی: 2/42، حدیث: 981، وسنن الدارقطنی: 2/500، حدیث: 1955، یہ روایت، ضعیف، باطل اور بے اصل ہے، دیکھئے: الدرایۃ فی تخریج أحادیث الہدایۃ: 1/260، والفوائد المجموعۃ ص: 61، وضعیف الجامع ص:

708،حدیث:4906،وإرواءالغلیل:3/ 294،حدیث:817]

زیورات میں زکاۃ نہیں ہے۔

۲۔ اثر ابن عمر رضی اللہ عنہما:

”أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُحَلِّي بَنَاتَهُ وَجَوَارِيَهُ الذَّهَبَ ثُمَّ لاَ يُخْرِجُ مِنْ حُلِيِّهِنَّ الزَّكَاةَ“. [موطا امام مالک:2/ 352)، نمبر:859 ، والسنن الکبری للبیہقی:4/ 233، نمبر:7536، ومسند الشافعی: 1/ 228، نمبر: 628، ومعرفۃ السنن والآثار:6/ 139، نمبر:8278،والتحجیل فی تخریج مالم یخرج من الأحادیث والآثارفی إرواءالغلیل ص:132]

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی بیٹیوں اور لونڈیوں کو سونے کے زیورات پہناتے تھے،لیکن ان کی زکاۃ نہیں نکالتے تھے۔

۳۔ اثر ابن عمر رضی اللہ عنہما:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ:”لَيْسَ فِي الْحُلِيِّ زَكَاةٌ“.[مصنف عبد الرزاق الصنعانی: 4/ 82، نمبر:7047،والسنن الکبری للبیہقی: 4/ 233،نمبر:7537]

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: زیورات میں زکاۃ نہیں ہے۔

۴۔ اثر جابر رضی اللہ عنہ:

عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ: عَنِ الْحُلِيِّ أَفِيهِ زَكَاةٌ؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ إِنَّ الْحُلِيَّ يَكُونُ فِيهِ أَلْفُ دِينَارٍ؟ قَالَ: وَإِنْ كَانَ فِيهِ يُعَارُ وَيُلْبَسُ“.[مصنف ابن أبی شیبۃ:2/ 383،نمبر:10177، والأموال لابن زنجویہ:3/ 979،نمبر:1794]

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے زیورات کے بارے میں پوچھا کہ کیا اس میں زکاۃ ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے عرض کیا: زیورات میں ایک ہزار دینار ہوتا ہے؟ کہا: اگر چہ اتنا زیادہ بھی ہو،بس اُسے عاریۃً دیا جائے اور پہنا جائے۔

۵۔ اثر عائشہ رضی اللہ عنہا:

”...أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ كَانَتْ تَلِي بَنَاتِ أَخِيهَا يَتَامَى فِي حَجْرِهَا لَهُنَّ الْحُلِيُّ فَلاَ تُخْرِجُ مِنْ حُلِيِّهِنَّ الزَّكَاةَ“.[موطأ مالک:2/ 351، نمبر :858، والسنن الکبری للبیہقی :4/ 232،نمبر:7535، ومعرفۃ السنن والآثار: 6/ 139، نمبر:8276]

زوجۂ نبی مائی عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی یتیم بھتیجیوں کی،جوان کی سرپرستی میں تھیں، کفالت کرتی تھیں، ان کے پاس زیورات تھے،وہ اُن کے زیورات کی زکاۃ نہیں نکالتی تھیں۔

۶۔ اثر اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما:

”عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّهَا كَانَت لَا تُزَكِّي الْحُلِيَّ“.[مصنف ابن أبی شیبۃ:2/ 383،نمبر:10178،الأموال لابن زنجویہ:3/ 979، نمبر:1788،ومسند إسحاق بن راہویہ:5/ 136،نمبر:2253]

اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ زیورات کی زکاۃ نہیں نکالتی تھیں۔

ان میں سے اکثر آثار کی سندیں صحیح ہیں۔[تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں:التحجیل فی تخریج مالم یخرج من الأحادیث والآثار فی إرواء الغلیل ص:129-135، جامع احکام النساء للعدوی:2/ 158-159،

وصحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ:2/23-26]

۷۔تعلیل: زکاۃ ان مالوں میں واجب ہوتی ہے جن میں نمو اور بڑھوتری ہوتی ہو، یا جن میں تجارت وغیرہ کی جائے، جبکہ پہننے والے زیورات نہ تجارت کے لئے ہیں، نہ ان میں تجارت کی جاتی ہے، نہ بڑھوتری ہوتی ہے، لہٰذا ان کی حیثیت پہنے اور استعمال کئے جانے والے کپڑوں جیسی ہے، جن میں زکاۃ نہیں ہوتی۔ زیورات میں زکاۃ کے وجوب کی صورت میں زکاۃ ادا کرتے کرتے ایک دن زیوارت ختم ہوجائیں گے۔ [لیکن فی الواقع بات ایسی نہیں ہے، بلکہ زیورات اگرنصاب سے ایک گرام بھی ہوں گے تو زکاۃ کا وجوب ختم ہوجائے گا، اور معتدل زینت کے لئے اتنی مقدار سونا کم نہیں! جبکہ چاندی کے زیورات اس کے علاوہ ہیں۔ دیکھئے: مجموع فتاوی ورسائل العثیمین:18/310]

ان آثار اور تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ زیورات میں زکاۃ واجب نہیں ہے۔

دوسری رائے: یہ ہے کہ سونے چاندی کے زیورات میں مطلق طور پر زکاۃ واجب ہے، خواہ وہ پہننے کے لئے ہوں، یا ذخیرہ (بیلنس) کرنے کے لئے، یا تجارت وغیرہ کے لئے۔

یہ صحابۂ کرام میں عبد اللہ بن مسعود، عمر فاروق، عبد اللہ بن عمرو، اور ایک روایت کے مطابق عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اور بہت سے تابعین کی رائے ہے۔ [دیکھئے: جامع احکام النساء للعدوی:2/143-159]

وجوب کے دلائل:

۱۔ سونے چاندی میں زکاۃ کے وجوب سے متعلق قرآن کریم کی عمومی دلیل:

ارشاد باری ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٣٥﴾﴾ [التوبۃ:34-35]

''اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجئے۔ جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا کر رکھا تھا۔ پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو''۔

۲۔کنز کا معنیٰ ومفہوم:

کنز کیا ہے؟ آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سونے چاندی کو سینت سینت کر رکھا جائے، اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے تو وہ کنز ہے، جس پر عذاب جہنم کی وعید ہے۔

کنز کی مزید وضاحت کے لئے چند احادیث و آثار ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَلْبَسُ أَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَكَنْزٌ هُوَ؟ فَقَالَ:"مَا بَلَغَ أَنْ تُؤَدَّى زَكَاتُهُ فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بكنزٍ". [سنن أبی داود:

2/95، حدیث:1564، والمستدرک علی الصحیحین للحاکم: 1/ 547، حدیث: 1438، حدیث حسن ہے، دیکھئے: صحیح أبي داود - الأم: 5/ 284، حدیث: 1397، وسلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: 2/ 100، حدیث: 559، وصحیح الجامع: 2/978، حدیث:5582]

"ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کے کچھ زیورات پہنتی تھی، چنانچہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ کنز ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو زکاۃ کی ادائیگی کے نصاب کو پہنچے اور اس کی زکاۃ نکالی جائے، وہ کنز نہیں ہے"۔

وعَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِ اللَّهِ: ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: "مَنْ كَنَزَهَا، فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا، فَوَيْلٌ لَهُ، إِنَّمَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ، فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللَّهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ".

[صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب ما أدي زکاتہ فلیس بکنز: 2/ 106، حدیث: 1404]

"خالد بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکلے، تو ایک اعرابی نے پوچھا: مجھے فرمان باری: (جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے) کے بارے میں بتایئے؟ تو ابن عمر نے جواب دیا: جس نے سونا چاندی جمع کرکے رکھا اور اس کی زکاۃ ادا نہیں کیا، تو اس کے لئے تباہی ہے، یہ زکاۃ کے حکم سے پہلے کی بات ہے، جب زکاۃ کا حکم اترا تو اللہ نے اسے مال کی پاکی کا ذریعہ بنادیا"۔

وعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: "كُلُّ مَالٍ أَدَّيْتَ زَكَاتَهُ وَإِنْ كَانَ تَحْتَ سَبْعِ أَرَضِينَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ، وَكُلُّ مَالٍ لَا تُؤَدِّي زَكَاتَهُ فَهُوَ كَنْزٌ وَإِنْ كَانَ ظَاهِرًا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ". [السنن الکبری للبیہقی: 4/ 139، حدیث: 7230، ومصنف عبد الرزاق الصنعانی: 4/ 106، حدیث: 7140، 7141۔ یہ اثر صحیح ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب: 1/ 458، حدیث: 745]

"ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہر وہ مال تم جس کی زکاۃ ادا کرتے ہو، خواہ وہ ساتوں زمینوں کے نیچے کیوں نہ ہو، کنز نہیں ہے، اور ہر وہ مال تم جس کی زکاۃ ادا نہیں کرتے ہو، وہ کنز ہے، چاہے روئے زمین پر ظاہر ہی کیوں نہ ہو"۔

ان احادیث و آثار سے کنز کے معنی کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے کہ جس مال، سونا چاندی خواہ پہننے والے زیورات کیوں نہ ہوں، کی زکاۃ نہ ادا کی جائے وہ کنز ہے، اور اس کا مرتکب نار جہنم کا مستحق ہوگا، مزید صراحت کے لئے نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث ملاحظہ کریں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا، فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ القِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ القِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ - يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ - ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ، ...".

[صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ: 2/ 106، حدیث:

1403، وکتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ﴾ [آل عمران: 180]، (6/ 39)، حدیث :4565، نیز دیکھئے: صحیح بخاری، کتاب الحیل، باب فی الزکاۃ وأن لایفرق بین مجتمع ولایجمع بین متفرق خشیۃ الصدقۃ: 9/ 23، حدیث: 6957]

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال سے نوازا، اوراس نے اُس کی زکوٰۃ نہ ادا کی، تو قیامت کے دن اس کے مال کو نہایت زہریلے گنجے سانپ کی شکل دیدی جائے، اس کی آنکھوں کے پاس دو سیاہ نقطے ہوں گے، قیامت کے دن اسے طوق بنادیا جائے گا، پھر وہ اژدہا اس کے دونوں جبڑوں سے اسے پکڑلے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا (زکاۃ نہ ادا کردہ) خزانہ ہوں''۔

۳۔ سونے چاندی میں زکاۃ کے وجوب سے متعلق حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمومی دلیل:

سونے چاندی کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام ارشاد ہے، خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہوں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ، لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ، فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ، كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيدَتْ لَهُ، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ". [متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ: 2/ 106، حدیث: 1402، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ: 2/ 680، حدیث: 987، نیز دیکھئے: کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ: 2/ 685، حدیث: 988]

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بھی چاندی یا سونے کا مالک اس کی زکوٰۃ نہیں دیتا ہے، قیامت کے دن اس کے لئے آگ کی چٹانوں کے پرت بنائے جائیں گے، اور اُنہیں جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اُن سے اس کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔ جب بھی وہ ٹھنڈے ہوں گے، پھر تپائے جائیں گے، یہ اس وقت ہوگا جب دن پچاس ہزار سال کا ہوگا، بندوں کے درمیان فیصلہ ہونے تک اسے یہی عذاب ہوتا رہے گا، پھر وہ اپنا راستہ دیکھے گا، کہ جنت کی طرف ہے یا جہنم کی طرف''۔

۴۔ زیورات میں زکاۃ کے وجوب اور عدم ادائیگی پر وعید کے سلسلہ میں وارد خاص احادیث:

الف: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا، وَفِي يَدِ ابْنَتِهَا مَسَكَتَانِ غَلِيظَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَهَا: "أَتُعْطِينَ زَكَاةَ هَذَا؟"، قَالَتْ: لَا، قَالَ: "أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللَّهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ؟"، قَالَ: فَخَلَعَتْهُمَا، فَأَلْقَتْهُمَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَتْ: هُمَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُولِهِ". [سنن أبی داود، کتاب الزکاۃ، باب الکنز ماھو وزکاۃ الحلی: 2/ 95، حدیث: 1563، وسنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الحلی: 5/ 38، حدیث:

2479، یہ حدیث حسن ہے، دیکھئے: صحیح أبي داود-الأم:5/283، حدیث: 1396، وآداب الزفاف في السنۃ المطہرۃ ص: 256، وإرواء الغلیل: 3/296، وصحیح الترغیب والترہیب: 1/471، حدیث: 768، نیز دیکھئے: صحیح فقہ السنہ وأدلتہ وتوضیح مذاھب الأئمۃ:2/24، وفتح الغفار الجامع لأحکام سنۃ نبینا المختار:2/805، حدیث:2497]

”عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی، اس کے ساتھ اس کی ایک بچی بھی تھی، اور اس بچی کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے موٹے کڑے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس کی زکاۃ دیتی ہو؟ اس نے جواب دیا نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں ان دونوں کے بدلے آگ کے دو کڑے پہنائے؟ یہ سن کر اس نے ان دونوں کڑوں کو نکال کر اللہ کے نبی ﷺ کے حوالہ کر دیا، اور کہا: یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہیں“۔

ب: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ امْرَأَتَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ أَتَتَا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَعَلَيْهِمَا سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ”أَتُحِبَّانِ أَنْ يُسَوِّرَكُمَا اللهُ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ؟“ قَالَتَا: لَا، وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: ”فَأَدِّيَا حَقَّ اللهِ عَلَيْكُمَا فِي هَذَا“.[مسند أحمد طبع الرسالۃ:11/248، حدیث:6667 حسن، و:11/502، حدیث:6901 حسن، وجامع ترمذی:3/20)، حدیث:637، حدیث حسن ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب(1/471)، حدیث(768]

”عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: یمن کی دو عورتیں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئیں، ان دونوں نے سونے کا کنگن پہن رکھا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں کو پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے دو کنگن پہنائے؟ دونوں نے کہا: نہیں! اللہ قسم نہیں! اے اللہ کے رسول، آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس زیور میں تم دونوں پر جو اللہ کا حق واجب ہے اُسے ادا کر دو“۔

ج: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ، أَنَّهُ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَرَأَى فِي يَدَيَّ فَتَخَاتٍ مِنْ وَرِقٍ، فَقَالَ: ”مَا هَذَا يَا عَائِشَةُ؟“، فَقُلْتُ: صَنَعْتُهُنَّ أَتَزَيَّنُ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: ”أَتُؤَدِّينَ زَكَاتَهُنَّ؟“، قُلْتُ: لَا، أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ، قَالَ: ”هُوَ حَسْبُكِ مِنَ النَّارِ“.[سنن أبي داود:2/95، حدیث:1565، وسنن الدارقطنی: 2/497، حدیث: 1951، والسنن الکبری للبیہقی:4/235، حدیث:7547، یہ حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح أبي داود-الأم:5/284، حدیث: 1398، وآداب الزفاف في السنۃ المطہرۃ ص:264، وإرواء الغلیل:3/296، وصحیح الترغیب والترہیب:1/472، حدیث 769، وفتح الغفار الجامع لأحکام سنۃ نبینا المختار:2/806، حدیث:2499]

”عبد اللہ بن شداد بن الہاد بیان کرتے ہیں کہ ہم زوجۂ نبی ﷺ مائی عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے

ہاتھوں میں چاندی کی بلانگینہ انگوٹھیاں دیکھیں، اور فرمایا: عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے لئے سنورنے کی غرض سے انہیں پہن لیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم ان کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟ میں نے جواب دیا: نہیں! یا کچھ جو اللہ چاہتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے حق میں آگ کے لئے کافی ہے"۔

محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

زیورات میں زکاۃ کے وجوب کے سلسلہ میں یہ حدیث صریح ہے۔[آداب الزفاف فی السنۃ المطہرۃ ص:264]

د: عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ، قَالَتْ: دَخَلْتُ أَنَا وَخَالَتِي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَيْهَا أَسْوِرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَنَا: "أَتُعْطِيَانِ زَكَاتَهُ؟" قَالَتْ: فَقُلْنَا: لَا، قَالَ: "أَمَا تَخَافَانِ أَنْ يُسَوِّرَكُمَا اللهُ أَسْوِرَةً مِنْ نَارٍ؟ أَدِّيَا زَكَاتَهُ".[مسند أحمد طبع الرسالة: 45/586، حدیث: 27614، یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب: 1/473، حدیث: 770، وفتح الغفار الجامع لأحکام سنۃ نبینا المختار: 2/806، حدیث:2501]

"اسماء بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ میں اور میری خالہ دونوں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، میری خالہ سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھیں، تو آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا: کیا تم دونوں اس کی زکاۃ دیتی ہو؟ ہم نے جواب دیا: نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں کو ڈر نہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہنا دے؟ اس کی زکاۃ ادا کردو"۔

د: زیورات میں زکاۃ کے وجوب اور ادائیگی کی صریح عملی دلیل:

عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِطَوْقٍ فِيهِ سَبْعُونَ مِثْقَالًا مِنْ ذَهَبٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، خُذْ مِنْهُ الْفَرِيضَةَ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ فِيهِ. قَالَتْ: فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِثْقَالًا وَثَلَاثَةَ أَرْبَاعِ مِثْقَالٍ فَوَجَّهَهُ .... قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ، رَضِيتُ لِنَفْسِي مَا رَضِيَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ وَرَسُولُهُ ﷺ".[جزء فیہ أحادیث ابن حیان المعروف بأبی الشیخ الاصبہانی، لابن مردویہ ص: 83، حدیث: 30، یہ حدیث صحیح ہے، اسے محدث عصر علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: 6/1183، حدیث: 2978]

"شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک طوق لے کر آئی جو ستر (۷۰) مثقال سونے کا تھا، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس طوق میں سے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ فرض زکاۃ لے لیجئے۔ بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس میں سے (1.75 مثقال) یعنی پونے دو مثقال زکاۃ لے لی اور اسے بھیج دیا... میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں اپنی ذات کے لئے اس بات سے خوش ہوں جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ راضی ہیں"۔

علامہ البانی رحمہ اللہ اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں:

’’اس حدیث میں اس بات کی صریح دلیل ہے کہ عورتوں کے زیورات میں زکاۃ کا وجوب عہد رسالت میں معروف تھا...اسی لئے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا اپنا طوق نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے کرآئیں، تاکہ آپ ﷺ اس کی زکاۃ لے لیں‘‘۔[سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ وشیء من فقہہا وفوائدہا للالبانی:6/1185]

۵۔ زیورات میں زکاۃ کے وجوب پر صحابہ کرام کے آثار[1]**:**

[1] [ان تمام آثار کو محققین نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: جامع أحکام النساء: 2/153-157، وصحیح فقہ السنہ وأدلتہ وتوضیح مذاھب الأئمۃ: 2/25-26]

الف: اثر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: سَأَلَتْهُ امْرَأَةٌ عَنْ حُلِيٍّ، لَهَا فِيهِ زَكَاةٌ؟ قَالَ: ’’إِذَا بَلَغَ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَزَكِّيهِ‘‘، قَالَتْ: إِنَّ فِي حِجْرِي يَتَامَى لِي أَفَأَدْفَعُهُ إِلَيْهِمْ؟ قَالَ: ’’نَعَمْ‘‘.[مصنف عبدالرزاق الصنعانی:4/83،حدیث:7055]

’’عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نے اُن سے اپنے زیورات کے بارے میں پوچھا: کہ کیا اس میں زکاۃ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: جب دوسو درہم پہنچ جائے تو اس کی زکاۃ نکال دیا کرو‘‘ اُس خاتون نے پھر پوچھا: میری کفالت میں کچھ ایتام ہیں، کیا میں وہ زکاۃ انہیں دے سکتی ہوں؟ انہوں نے کہا: ہاں‘‘۔

ب: اثر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ:

عَنْ شُعَيْبٍ قَالَ: كَتَبَ عُمَرُ إِلَى أَبِي مُوسَى أَنْ ’’أْمُرْ مَنْ قِبَلَكَ مِنْ نِسَاءِ الْمُسْلِمِينَ، أَنْ يُصَدِّقْنَ مِنْ حُلِيِّهِنَّ...‘‘.[مصنف ابن أبي شيبة: 2/382، حديث: 10160، والسنن الکبری للبیہقی: 4/ 234، حدیث: 7544، والتاریخ الکبیر للبخاری:4/217،نمبر:2556]

’’شعیب بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ کو خط لکھا کہ: اپنے یہاں کی مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنے زیورات کی زکاۃ نکالیں‘‘۔

ج: اثر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ إِلَى خَازِنِهِ سَالِمٍ أَنْ يُخْرِجَ زَكَاةَ حُلِيِّ بَنَاتِهِ كُلَّ سَنَةٍ‘‘.[السنن الکبری للبیہقی:4/234،حدیث:7545، وسنن الدارقطنی:2/500،حدیث:1957]

’’عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے خازن سالم کو لکھا کرتے تھے کہ وہ اپنی بیٹیوں کے زیورات کی زکاۃ ہر سال نکال دیا کریں‘‘۔

د: اثر عائشہ رضی اللہ عنہا:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ’’لَا بَأْسَ بِلُبْسِ الْحُلِيِّ إِذَا أُعْطِيَ زَكَاتُهُ‘‘.[السنن الکبری للبیہقی:4/ 234،حدیث:7545،وسنن الدارقطنی:2/500،حدیث:1956،اس کی سند صحیح ہے، دیکھئے: فتح الغفار الجامع لأحکام سنۃ نبینا المختار: 1/280، حدیث:875،والبدر المنیر:5/582]

’’اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: زیورات پہننے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ اس کی زکاۃ ادا کی

جائے"۔

حضرات تابعین سعید بن المسیب، سعید بن جبیر، اِبراھیم النخعی، عطاء بن اَبورباح، محمد بن شہاب زہری، عبداللہ بن شداد، اورسفیان الثوری وغیرہ کا بھی یہی موقف ہے کہ زیورات میں زکاۃ واجب ہے۔[دیکھئے: جامع اَحکام النساء:2/156-157، وصحیح فقہ السنہ واَدلتہ وتوضیح مذاھب الأئمۃ:2/25-26]

ترجیح:

مسئلہ میں اہل علم کے دونوں اقوال اوران کے دلائل کا جائزہ لینے سے جوبات راجح معلوم ہوتی ہے(واللہ اعلم) وہ یہ ہے کہ حسب ذیل وجوہات کی بناپر زیورات میں زکاۃ واجب ہے:

۱۔ مجموعی طور پر وجوب کے دلائل عدم وجوب کے دلائل سے زیادہ، واضح، قوی اورٹھوس ہیں۔

۲۔ وجوب کے سلسلہ میں کتاب اللہ اورسنت رسول ﷺ کے عمومی دلائل موجود ہیں، جن کا کوئی قابل اعتبار مخصص نہیں ہے [1]، جبکہ عدم وجوب کے سلسلہ میں کتاب اللہ کی کوئی عمومی نص یاعام صحیح مرفوع حدیث بھی موجودنہیں ہے۔

① [دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیۃ المیسرۃ فی فقہ الکتاب...:3/39، والفقہ المیسر فی ضوء الکتاب والسنۃ:1/129]

۳۔ وجوب کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کی ایک سے زائد مرفوع صحیح اورحسن احادیث موجود ہیں، جبکہ عدم وجوب کے سلسلہ میں کوئی مرفوع حدیث سوائے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے موجودنہیں ہے، اوراُسے محققین نے باطل وبے اصل قراردیا ہے۔

۴۔ عدم وجوب کے سلسلہ میں صحابہ وتابعین کے جو آثار موجود ہیں، وجوب کے دلائل کے بالمقابل اُن کی معقول توجیہ وتعلیل کی جانی ممکن ہے [2] برخلاف عدم وجوب کے دلائل کے بالمقابل وجوب کے دلائل کی۔

② [دیکھئے: مصنف عبدالرزاق الصنعانی:4/83، اثر:7052، نیز دیکھئے: الجامع فی احکام النساء:2/150، حاشیہ(۱)]

۵۔ عدم وجوب کے سلسلہ میں وارد آثار صحابہ وتابعین اور تعلیلات، وجوب کے دلائل پراثرانداز نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ عدم وجوب کے سلسلہ میں وارد آثار کے بارے میں فرماتے ہیں:

"...وَلَكِنْ بَعْدَ صِحَّةِ الْحَدِيثِ لَا أَثَرَ لِلْآثَارِ".

[سبل السلام، للامیر الصنعانی:1/533]

"لیکن حدیث صحیح ہونے کے بعد ان آثار کا کوئی اثر نہیں"۔

۶۔ وجوب پرعمل کرنا شرعاً زیادہ قرین احتیاط واطمینان ہے، نیزاس میں مومن کے لئے اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہونے کا پہلوموجود ہے، واللہ اعلم [قدیم وجدید اہل علم کی ایک بڑی جماعت نے الحمدللہ زیورات میں زکاۃ کے وجوب کو راجح قرار دیا ہے۔ دیکھئے: تحفۃ الأحوذی: 3/226، ومرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: 6/166، وأضواء البیان، للشنقیطی:2/457، وسلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، للألبانی رحمہ اللہ: 6/1185، حدیث:2978 کے تحت، وفتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء: 9/61-68، ومجموع فتاوی ابن عثیمین: 18/116-172، ومجموع فتاوی ابن باز:14/8884)، والوجیز فی فقہ السنۃ والکتاب العزیز ص:218]

۞ ۞ ۞

شرائط وآداب

قبولیت دعا کی شرائط اور اس کی مختلف صورتیں

● شیخ شمیم احمد عبدالحکیم الفوزی المدنی (صدر مرکز ندوۃ الصفۃ ممبئی)

بعض اہل ایمان بھائی اور بہنوں کی طرف سے یہ گلہ اور شکوہ سنائی دیتا ہے کہ ہم مسلسل ایک عرصہ سے دعا مانگ رہے ہیں پر ہماری دعا قبول ہوتی نظر نہیں آتی۔ اللہ جانے کیا بات ہے تو ایسے لوگوں کو دو باتیں جاننا بہت اہم ہے ایک تو یہ کہ اللہ کے یہاں دعا قبول ہونے کی کئی الگ الگ صورتیں ہیں جس کو ہم قدرے تفصیل سے بیان کریں گے دوسری یہ کہ دعا قبول ہونے کی چند بنیادی شرائط ہیں جو اگر موجود ہوں تو ایک مومن کی دعا کسی بھی حال میں ضائع و برباد نہیں جاتی اس لیے آیئے جانتے ہیں کہ وہ شرائط کیا ہیں۔

(۱) ایمان وتوحید:

قبولیت دعا کے شرائط میں سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ انسان کا عقیدہ درست ہو یعنی دعا کرنے والا مومن وموحد ہو، اس کے ایمان وعقیدے میں شرک کی ملاوٹ نہ ہو۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَن يَبۡتَغِ غَيۡرَ ٱلۡإِسۡلَٰمِ دِينٗا فَلَن يُقۡبَلَ مِنۡهُ وَهُوَ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ﴾ [آل عمران: ۸۵]

''جو شخص اسلام (دین توحید) کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے تو اس سے یہ قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا''۔

(۲) حرام روزی سے اجتناب:

رزق حرام، اعمال انسانی کے قبولیت کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے جیسا کہ حدیث رسول میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ:"يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنْ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ" وَقَالَ: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ" ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ" .[رواہ مسلم]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ تعالی پاک ہے اور پاک (مال) کے سوا (کوئی مال) قبول نہیں کرتا اللہ نے مومنوں کو بھی اسی بات کا حکم دیا جس کا رسولوں کو حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبران کرام! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو جو

عمل تم کرتے ہو میں اسے اچھی طرح جاننے والا ہوں اور فرمایا: اے مومنو! جو پاک رزق ہم نے تمھیں عنایت فرمایا ہے اس میں سے کھاؤ پھر آپ نے ایک آدمی کا ذکر کیا: جو طویل سفر کرتا ہے بال پراگندا اور جسم غبار آلود ہے۔ دعا کے لیے آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے اے میرے رب !اے میرے رب! جبکہ اس کا کھانا حرام کا ہے اس کا پینا حرام کا ہے اس کا لباس حرام کا ہے اور اس کو غذا حرام کی ملی ہے تو اس کی دعا کہاں سے قبول ہوگی''۔[صحیح مسلم:2346]

(۳) دعا کا جائز ومباح ہونا:

قبولیت دعا کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مانگی جانے والی دعا جائز ومباح امور میں سے ہو، گناہ کرنے یا معصیت ونافرمانی کے کام انجام دینے کی دعا نہ مانگے ورنہ وہ دعا مردود قرار پائے گی جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ".[رواہ مسلم]

''کہ بندے کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک گناہ یا قطع رحمی یعنی رشتے داری کاٹنے کی دعا نہیں''۔[صحیح مسلم: 2735]

اس موقع پر ایک اور اہم بات قابل ذکر ہے جس میں کوتاہی بسا اوقات ہماری دعاؤں کی قبولیت کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے اور وہ ہے دعوت و اصلاح کا کام جو نبوی وراثت ہے اور امت محمدیہ کو نسلاً بعد نسل ملتی چلی آرہی ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوٹوک الفاظ میں فرمایا تھا: **"أَلَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ"** کہ جو حاضر ہیں وہ پیچھے رہ جانے والوں کو یا جو موجود ہیں وہ بعد والی نسلوں تک پیغام اسلام پہنچا دیں۔ اس کام کی ذمہ داری علماء کرام پر بطور خاص عائد ہوتی ہے البتہ عوام بھی اپنے اپنے دائرے میں اپنی استعداد وصلاحیت کے مطابق اس کے مکلف ہیں۔

ارشاد نبوی ہے: **"بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَة"**.[صحیح بخاری: 3461]

''کہ ایک آیت بھی معلوم ہو تو میری طرف سے پہنچا دو''۔

اس کام کی عظمت کو زبان رسالت نے ایک اور حدیث میں واضح کرتے ہوئے امت محمدیہ کو ترہیبی لب ولہجہ میں آگاہ فرمایا ہے، حدیث رسول ملاحظہ ہو:

"وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنْ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ".[رواہ الترمذی بسند صحیح]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالی تم پر اپنا عذاب بھیج دے پھر تم اللہ سے دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ کی جائے''۔[ترمذی:2169]

ایسے واضح ترہیب و انذار کے باوجود دعوت و اصلاح کی ذمہ داری سے ہماری پہلوتہی اور غفلت جہاں ایک طرف قبولیت دعا کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے وہیں دوسری طرف امت محمدیہ کے لیے انفرادی واجتماعی دونوں سطح پر عذاب الہی کا داعیہ بھی بن سکتی ہے۔

قبولیت دعا کی مختلف صورتیں:

دعا کرنے والا انسان اسی طرح مانگی جانے والی دعا اگر قبولیت دعا کے مذکورہ شرائط پر پورا اترتے ہیں تو ان شاء اللہ ایسی دعا قبولیت کا درجہ پائے گی البتہ یہ واضح رہنا چاہیے کہ دعا قبول ہونے کی حدیث رسول کے مطابق تین مختلف صورتیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) یا تو دعا کے ذریعہ اس کے برابر کوئی آنے والی مصیبت ٹال دی جاتی ہے۔

(۲) یا اس دعا کو اجر وثواب کی شکل میں ذخیرۂ آخرت بنا دیا جاتا ہے۔

(۳) یا پھر اس دعا کے مطابق انسان کی مانگی ہوئی حاجت پوری کردی جاتی ہے۔

جیسا کہ امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت نقل کیا ہے۔

"عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُو بِدَعْوَةٍ، لَيْسَ فِيهَا إِثْمٌ، وَلَا قَطِيعَةُ رَحِمٍ إِلَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ بِهَا إِحْدَى ثَلَاثٍ:

(۱) إِمَّا أَنْ تُعَجَّلَ لَهُ دَعْوَتُهُ.

(۲) وَإِمَّا أَنْ يَدَّخِرَهَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ .

(۳) وَإِمَّا أَنْ يَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا.

قَالُوا : إِذَنْ نُكْثِرَ. قَالَ : "اللَّهُ أَكْثَرُ".

[رواہ أحمد في مسندہ بإسناد صحیح]

''کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کوئی مسلمان دعا کرتا ہے جس میں گناہ یا قطع رحمی کی بات نہ ہو تو اللہ تعالی تین باتوں میں سے ایک اسے ضرور عطا فرماتا ہے،

(۱) یا تو دعا کے مطابق اس کی مراد (دنیا ہی میں) پوری کر دی جاتی ہے۔

(۲) یا اس کی دعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ اجر بنا دیا جاتا ہے۔

(۳) یا پھر دعا کے برابر اس سے کوئی مصیبت ٹال دی جاتی ہے۔

صحابہ کرام نے یہ سن کر عرض کیا تب تو ہم کثرت سے دعا کریں گے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے خزانے بہت زیادہ ہیں''۔[مسند احمد:11133]

مذکورہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مومن کی دعا کسی بھی حال میں ضائع و برباد نہیں جاتی بشرطیکہ وہ توحید خالص رکھتا ہو اور ایمان وتوحید کے تقاضوں کو پورا کرنے والا ہو۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ دعا قبول ہونے کی صورت میں بھی دو طرح کے امکانات موجود ہیں۔

(أ) اولا: دعا فوراً اسی وقت بلا تاخیر قبول ہو جائے جیسا کہ حدیث شریف میں رسول اکرم ﷺ نے بنی اسرائیل کے تین افراد کا واقعہ بیان فرمایا جو دوران سفر طوفان باد وباراں سے پناہ لینے کے لیے ایک غار میں گھسے تو اس پر چٹان آپڑی اور غار کا منہ بند ہو گیا انہوں نے اللہ سے دعا مانگی جو اسی وقت قبول ہوگئی اور غار کے منہ سے چٹان اس قدر کھسک گئی کہ غار سے بسہولت نکلنے کا راستہ بن گیا۔[صحیح بخاری:2215]

(ب) ثانیا: اللہ کی کسی حکمت ومصلحت کے مطابق دعا

تھوڑے یا زیادہ عرصے کے بعد قبول ہو جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی حیات میں اللہ سے دعا فرمائی تھی:

﴿رَبَّنَا وَٱبۡعَثۡ فِيهِمۡ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيهِمۡۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ﴾ [البقرۃ:۱۲۹]

''کہ اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک ایسا رسول بھیج جو انہیں تیری آیات سنائے انہیں کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کی زندگیاں سنوارے بے شک تو بڑا غالب اور حکمت والا ہے''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا ہزاروں سال بعد قبول ہوئی خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا کا نتیجہ ہوں اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ دعا قبول کرنے میں بھی اللہ تعالی کی حکمت ومصلحت کارفرما ہوتی ہے وہ چاہے تو فورا قبول کرلے چاہے تو کم یا زیادہ عرصے کے بعد قبول فرمائے۔

دعا کی مذکورہ صورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص دعا محض حاجت طلبی کا ذریعہ سمجھ کر مانگتا ہے اس کا معاملہ اس مجاہد کی طرح ہے جو جہاد فی سبیل اللہ میں صرف مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے حصہ لے رہا ہو کہ اگر مال غنیمت مل گیا تو خوش اور مطمئن ورنہ مایوس اور نامراد۔

جبکہ دعا کو عبادت سمجھ کر مانگنے والے شخص کا معاملہ جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لینے والے اس مجاہد کی طرح ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اگر فتح حاصل ہوئی اور مال غنیمت ملا تو اللہ کا انعام ہوگا اور اگر نہ ملا تب بھی جہاد میں شرکت کا اجر وثواب بہر حال یقینی ہے۔

گویا دعا کو عبادت سمجھ کر مانگنے والا کسی حال میں بھی مایوس اور ناکام نہیں ہوتا اگر اس کی مطلوبہ ضرورت فوراً پوری ہو جائے تو یہ سراسر اللہ کا انعام اور فضل ہے، اور اگر مانگی ہوئی مراد پوری نہ ہو تب بھی اس کی محنت ایک بڑے اور یقینی فائدے سے خالی نہیں رہتی اور وہ ہے بطور عبادت آخرت میں اس کا اجر وثواب جس کا احساس انسان کو دنیا کی بجائے آخرت میں کہیں زیادہ ہوگا۔

غلط فہمی اور اس کا ازالہ: بعض لوگوں میں قبولیت دعا کے بارے میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالی گنہگار اور قصوروار لوگوں کی دعا قبول نہیں کرتا اس تصور کے نتیجے میں جو خطرناک صورتحال پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ:

1۔ بندہ اللہ سے اپنے تعلق کو ختم کر کے بزرگوں کے مزاروں کا مرید بن جاتا ہے۔

2۔ اور پھر ان بزرگوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کی خدمت میں نذر ونیاز پیش کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

3۔ اور اگر اسے لگا کہ دعا قبول ہوگئی تو پھر انسان ان بزرگوں کو وہی مقام دینے لگتا ہے جو اللہ تعالی کا ہے اور اس طرح شرک وبدعت کے کام اس کی زندگی کا معمول بن جاتے ہیں۔

تردید: درحقیقت یہ عقیدہ کہ اللہ تعالی گنہگاروں کی دعا قبول نہیں کرتا، کتاب وسنت کے سراسر منافی ہے کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ٱدۡعُونِيٓ أَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ...﴾ [المؤمن:۶۰]

''کہ تم سب مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا''۔

اس آیت کریمہ میں تمام مسلمانوں کو خواہ نیک ہوں یا بد، پرہیزگار ہوں یا گناہ گار، اللہ نے بلا استثناء دعا کرنے کا حکم دیا

ہے، اللہ کے نزدیک شیطان مردود سے بڑا ملعون کون ہوسکتا ہے جس نے کھلم کھلا اللہ کے حکم کی نافرمانی کی اس کے باوجود اس نے کسی بھی واسطہ ووسیلہ کے بغیر براہ راست اللہ تعالی سے دعا کی۔

﴿قَالَ رَبِّ فَأَنظِرۡنِيٓ إِلَىٰ يَوۡمِ يُبۡعَثُونَ﴾[الحجر:۳۶]

''کہ اے میرے رب! مجھے قیامت کے دن تک لوگوں کو گمراہ کرنے کی مہلت دے دے''۔

تو اللہ تعالی نے اس کی یہ دعا قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا:

﴿قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ ٱلۡمُنظَرِينَ ۝٣٧ إِلَىٰ يَوۡمِ ٱلۡوَقۡتِ ٱلۡمَعۡلُومِ﴾[الحجر:۳۷-۳۸]

''کہا، جا تجھے مقرر دن (یعنی قیامت تک) کے لیے مہلت دی جارہی ہے''۔

اب اس کے باوجود یہ سمجھنا کہ گنہگاروں کی اللہ نہیں سنتا یا ان کی دعا اللہ قبول نہیں کرتا یہ محض جہالت پر مبنی بدعقیدگی ہے۔

۔دوسری طرف بعض لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ بزرگوں کی کوئی دعا اللہ کبھی رد نہیں کرتا بلکہ ان کی ساری دعائیں قبول کر لی جاتی ہیں۔

قرآن وحدیث کے مطابق یہ عقیدہ بھی پہلے کی طرح باطل اور بے بنیاد ہے۔

قرآن کے اندر سورۂ ہود میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو طوفان میں غرق ہوتے ہوئے دیکھا تو اللہ سے دعا کی:

﴿رَبِّ إِنَّ ٱبۡنِي مِنۡ أَهۡلِي وَإِنَّ وَعۡدَكَ ٱلۡحَقُّ وَأَنتَ أَحۡكَمُ ٱلۡحَٰكِمِينَ﴾[ھود:۴۵]

''کہ اے میرے رب! میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے (لہٰذا اسے بچالے) تو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے''۔

حضرت نوح علیہ السلام کی یہ دعا نہ صرف یہ کہ اللہ نے رد فرمادی اور قبول نہیں کی بلکہ اپنے برگزیدہ رسول کو تنبیہ کیا اور ڈانٹ پلائی۔

﴿قَالَ يَٰنُوحُ إِنَّهُۥ لَيۡسَ مِنۡ أَهۡلِكَۖ إِنَّهُۥ عَمَلٌ غَيۡرُ صَٰلِحٖۖ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهِۦ عِلۡمٌۖ إِنِّيٓ أَعِظُكَ أَن تَكُونَ مِنَ ٱلۡجَٰهِلِينَ﴾[ھود:۴۶]

''کہ اے نوح! وہ تمہارے اہل میں سے نہیں کیونکہ اس کا عمل صالح نہیں، تمہیں ہرگز وہ چیزیں نہیں مانگنی چاہیے جس کا تمہیں مطلقاً علم نہ ہو میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو جاہلوں میں سے نہ بنالو''۔

لہٰذا جس طرح یہ عقیدہ غلط ہے کہ گنہگار کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی اسی طرح یہ بھی ایک باطل عقیدہ ہے کہ بزرگوں اور اولیاء اللہ کی کوئی دعا رد نہیں کی جاتی چنانچہ حضرت نوح کی دعا نہ صرف رد کی گئی بلکہ آپ کو زجر وتوبیخ کے الفاظ بھی سننے پڑے۔

صحیح اسلامی عقیدہ: یہ ہے کہ اولا ہر شخص کو اپنے لیے خود اللہ تعالی سے دعا مانگنی چاہیے کیونکہ یہ اللہ کا واضح حکم ہے البتہ کسی نیک زندہ آدمی سے دعا کروانا جائز تو ہے لیکن اس کا حکم کہیں بھی نہیں دیا گیا دوسری بات یہ کہ دعا کی قبولیت کا دارومدار مکمل طور پر اللہ تعالی کی مرضی اور مصلحت پر ہے وہ جب چاہے جس کی چاہے اور جتنی چاہے دعا قبول کرے جس کی چاہے رد کر دے۔

توجیہات وارشادات

ہم رمضان کیسے گزاریں؟

● شیخ رضوان اللہ عبدالروف سراجیؔ (استاد: مرکز امام بخاری: تلولی، ممبئی)

محترم قارئین! ماہ رمضان کی آمد آمد ہے، رحمتوں کا مہینہ، سعادتوں کا مہینہ، صبر وضبط کا مہینہ، جہنم سے آزادی اور مغفرت کا مہینہ آہستہ آہستہ قریب آرہا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے اس مہینے کو برکت والا مہینہ قرار دیا ہے فرمایا: "أَتَاكُمْ شَهْرُ رَمَضَانَ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ" تم پر رمضان کا بابرکت مہینہ سایہ فگن ہے۔ (ترتیب الأمالي الخميسية للشجري: ۱۳۹۱)

برکت والا مہینہ کیوں کہا؟ اس لئے کہ اس مہینہ میں دینی ودنیوی ہر اعتبار سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے، اس مہینہ میں ہر اعتبار سے برکت ہوتی ہے، اس میں ساری نیکیاں اکٹھا ہوجاتی ہیں، تجار کثرت سے کماتے ہیں، گناہوں سے بہت سارے گنہ گار بچ جاتے ہیں، لوگ کثرت سے نیکیاں کرتے ہیں۔

ہمیں اس مبارک مہینے میں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے؟ یہ مہینہ کیسے گزارنا ہے؟ اس مبارک مہینہ کے آنے سے پہلے آیئے ہم اس کی ایک لسٹ بنائیں اور پھر اسی کے مطابق رمضان گزاریں۔

(۱) اس مبارک ماہ کا پہلا کام روزوں کا اہتمام کرنا ہے کیوں کہ:

☆ ایک تو یہ کہ یہ روزے ہم پر من جانب اللہ فرض ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۱۸۳] "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کردیئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے کے لوگوں پہ فرض کئے گئے تھے تاکہ تم میں تقوی پیدا ہو"۔

اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"أَنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فِي الجَاهِلِيَّةِ، ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصِيَامِهِ حَتَّى فُرِضَ رَمَضَانُ، وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ". (صحیح بخاری: ۱۸۹۳، صحیح مسلم: ۲۶۹۷)

"قریش زمانہ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ نے بھی اس دن کے روزہ کا حکم دیا یہاں تک کہ رمضان کے روزے فرض ہوگئے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو چاہے عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے"۔

☆ دوسرا یہ کہ ماہ رمضان میں رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے اس حیثیت سے کہ رمضان کا مہینہ آتے ہی اللہ تعالیٰ جنت کے دروازے کھول دیتا ہے، جہنم کے دروازے بند کردیتا ہے اور سرکش جن وشیاطین کو جکڑ دیتا ہے تاکہ ماہ رمضان سے استفادہ

کرنے اور اللہ کے رحم وکرم کا فائدہ اٹھانے میں بندگان الٰہیہ کو کسی طرح کی کوئی پریشانی نہ ہو جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

"إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ". (صحیح بخاری:۱۸۹۹، صحیح مسلم:۲۵۴۷)

''جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور (سرکش) شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں''۔

☆ تیسرا یہ کہ بروز قیامت روزہ اپنے ساتھی کا سفارشی بن کر آئے گا اور اللہ سے اس روزے دار کی معافی کا مطالبہ کرے گا جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ الصِّيَامُ: أَيْ رَبِّ، مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ، فَشَفِّعْنِي فِيهِ، وَيَقُولُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ، فَشَفِّعْنِي فِيهِ، قَالَ: فَيُشَفَّعَانِ". (مسند احمد:۶۶۲۶)

''روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کے لئے سفارش کریں گے، روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور اپنی خواہشات (پوری کرنے) سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما، اور قرآن کہے گا ''اے میرے رب! میں نے اس بندے کو رات بھر سونے سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما، چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔

☆ چوتھا یہ کہ روزہ گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے، ایک انسان جب ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے روزہ رکھتا ہے تو اللہ اس کے گناہوں کو معاف فرماتا ہے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: "وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ" ''جس نے ایمان کے ساتھ، ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا اس کے گزشتہ سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے'' (البتہ یہ یاد رہے کہ یہاں جن گناہوں کی معافی کا وعدہ ہے وہ گناہ صغیرہ ہیں نا کہ کبیرہ کیوں کہ کبیرہ گناہوں کی معافی توبہ کے بغیر بقول علماء ناممکن ہے)۔ (صحیح بخاری:۱۹۰۱، صحیح مسلم: ۱۷۸۰)

☆ پانچواں یہ کہ روزہ دار کا شمار بقول رسول ﷺ شہداء وصدیقین میں ہوگا جیسا کہ عمرو بن مرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ شَهِدْتُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ، وَصَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، وَأَدَّيْتُ الزَّكَاةَ، وَصُمْتُ رَمَضَانَ، وَقُمْتُهُ، فَمِمَّنْ أَنَا؟، قَالَ: مِنَ الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ". (صحیح الترغیب:۱۰۰۳)

''ایک آدمی اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں، پانچوں نمازیں پڑھوں، زکوۃ ادا کروں، اور رمضان میں صیام و قیام کا اہتمام کروں تو میرا شمار کن لوگوں میں ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: صدیق وشہداء میں''۔

گویا روزوں کا اہتمام کرنا ہم پر لازم اور ہمارے لئے مفید ہے، ان کا نہ ادا کرنا ہمارے لئے بہت بڑی بدنصیبی ہے اور ان سے غفلت ذلت وسوائی کا سبب اور باعث عذاب ہے حتی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس شخص پہ لعنت بھیجا ہے جو رمضان کا مہینہ پائے پھر بھی وہ اپنے گناہوں کی مغفرت نہ کرا سکے جیسا کہ فرمایا۔(صحیح الترغیب:۹۸۵)

(۲) دوسرا کام قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام کرنا ہے: رمضان کے مہینے میں دیگر مہینوں کی بنسبت قرآن مجید کی تلاوت زیادہ سے زیادہ کرنا چاہئے کیوں کہ:

☆ قرآن مجید وہ مقدس کتاب ہے جو مبارک و مقدس شخصیت پر، مبارک مہینے کی مبارک رات میں نازل ہوئی جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ فِي لَيۡلَةِ ٱلۡقَدۡرِ﴾ [القدر:۱] ''یقیناً ہم نے اسے لیلۃ القدر میں نازل کیا''۔

ایک اور جگہ فرمایا: ﴿شَهۡرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلۡقُرۡءَانُ هُدٗى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٖ مِّنَ ٱلۡهُدَىٰ وَٱلۡفُرۡقَانِ﴾ [البقرۃ:۱۸۵] ''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہے جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں''۔

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا نزول ماہ رمضان کی مبارک رات میں ہوا ہے، اس اعتبار سے قرآن کا رمضان سے بڑا گہرا تعلق ہے، لہٰذا رمضان کے مہینے میں ہمیں بکثرت قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہئے، کم از کم ایک بار ختم کرنے کی ضرور کوشش کرنی چاہئے کیوں کہ یہ آپ ﷺ کا بھی معمول رہا ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''كَانَ يَعْرِضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً، فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ، وَكَانَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرًا، فَاعْتَكَفَ عِشْرِينَ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ''. (صحیح بخاری:۴۹۹۸)

''رسول اللہ ﷺ پر قرآن ہر سال ایک مرتبہ پیش کیا جاتا تھا لیکن جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ پر دو مرتبہ پیش کیا گیا تھا، اور آپ ﷺ ہر سال دس دن کا اعتکاف کرتے تھے لیکن جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے بیس دن کا اعتکاف کیا''۔

☆ قرآن مجید وہ کتاب ہے جس کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُولُ الم حَرْفٌ، وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ''. (سنن الترمذی:۲۹۱۰)

''جس شخص نے اللہ کی کتاب کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے''۔

یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ یہ نیکیاں عام مہینوں کے لئے ہیں، رہی بات رمضان کی تو یہ بات ہمیں معلوم ہے کہ رمضان میں ہر عبادت کی اہمیت اللہ تعالی کے نزدیک بڑھ جاتی ہے، پھر تو ان نیکیوں کا بڑھنا بھی یقینی ہے، بنا بریں ہمیں قرآن مجید کی

تلاوت عموماً عام مہینوں میں اور خصوصاً رمضان میں بڑے ہی شدومد سے کرنا چاہئے۔

☆ قرآن وہ کتاب ہے جو بروز قیامت اپنے ساتھی کا سفارشی بن کر آئے گا' اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ". (صحیح مسلم:۸۰۴)

''قرآن پڑھو اس لئے کہ قیامت کے دن یہ اپنے پڑھنے والے ساتھیوں کے لئے سفارشی بن کر آئے گا''۔

(۳) تیسرا کام یہ ہے کہ اس ماہ میں تراویح کی نماز ادا کی جائے: تراویح ایک نماز ہے جو عام مہینوں میں تہجد کے نام سے یاد کی جاتی ہے یہ نماز گناہ صغیرہ کی مغفرت کا سبب ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ". (صحیح بخاری:۳۷)

''جس نے ایمان کے ساتھ، ثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کیا اس کے گزشتہ سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے''۔

معلوم ہوا کہ صلاۃ تراویح گناہ صغیرہ کی مغفرت کا سبب ہے، بنابریں ہمیں رمضان کے مہینے میں تراویح کا بھی اہتمام کرنا چاہئے (البتہ یہ یادرہے کہ یہاں جن گناہوں کی معافی کا وعدہ ہے وہ گناہ صغیرہ ہیں نا کہ کبیرہ کیوں کہ کبیرہ گناہوں کی معافی توبہ کے بغیر ناممکن ہے)۔

(۴) چوتھا یہ کہ طاق راتوں میں عبادتوں کا اہتمام کیا جائے:

اس مبارک مہینہ میں ایک مبارک رات ہے جسے ''لیلۃ القدر'' کہا جاتا ہے' یہ رات رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک رات ہے' اور یہ رات کئی اعتبار سے بابرکت ہے:

☆ اولا اس رات کی عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ [القدر:۳] ''لیلۃ القدر (جس کی عبادت) ہزار مہینوں سے بہتر ہے''۔

☆ ثانیا اس رات جبرائیل علیہ السلام سمیت کئی فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جو بحکم الہی وہ امور انجام دیتے ہیں جن کا فیصلہ اللہ تعالی اس سال کرتا ہے' فرمان الہی ہے: ﴿تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ﴾ [القدر:۴] ''اس میں ہر کام کے سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرائیل) اترتے ہیں''۔

☆ ثالثا اس رات میں شر نہیں ہوتا بلکہ یہ رات سلامتی والی رات ہوتی ہے، اس رات مومن شیطانی شر سے محفوظ ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿سَلَٰمٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ﴾ [القدر:۵] ''یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے''۔ (القدر:۵)

☆ رابعا اس رات کی عبادت گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے، رسول ﷺ فرماتے ہیں: **"مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ"** ''جس نے لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ، ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے گزشتہ سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے (البتہ یہ یادرہے کہ یہاں جن گناہوں کی معافی کا وعدہ ہے وہ

گناہ صغیرہ ہیں نا کہ کبیرہ کیوں کہ کبیرہ گناہوں کی معافی توبہ کے بغیر ناممکن)''۔(صحیح بخاری:۱۹۰۱،صحیح مسلم:۱۷۸۰)

اسی لئے رمضان کے آخری عشرہ میں مع اہل وعیال آپ ﷺ نے بڑی محنت کیا جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ''.(صحیح مسلم:۱۱۷۵)

''رمضان کے آخری عشرہ میں رسول ﷺ باقی دنوں کی نسبت عبادت میں زیادہ کوشش کرتے تھے''۔

اور ایک دوسری جگہ فرماتی ہیں:

''إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ، أَحْيَا اللَّيْلَ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ''.(صحیح مسلم:۱۱۷۴)

''جب رمضان کے آخری دس دن شروع ہوتے تو رسول اللہ ﷺ (عبادت کے لئے) کمربستہ ہوجاتے ہیں، راتوں کو جاگتے اور اپنے اہل وعیال کو بھی جگاتے''۔

اور اپنی امت کو بھی اس کی ترغیب دیا جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے منقول ہے:

''تَحَرَّوْا لَيْلَةَ القَدْرِ فِي العَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ''.(صحیح بخاری:۲۰۲۰)

''رمضان کے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر تلاش کرو''۔

لہٰذا رمضان کے مہینے میں اس عشرہ کا خیال رکھیں، بالخصوص طاق راتوں کا بھرپور فائدہ اٹھائیں، اور نیکی کا یہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں کیوں کہ اگر آیا ہوا موقع ہاتھ سے نکل گیا تو ایک تو یہ کہ اتنی اہم نیکیاں ہاتھ سے چلی گئیں، اور دوسرا یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو بدنصیبوں میں شمار کیا ہے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رمضان آتے ہی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ، وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ، وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا مَحْرُومٌ''.(سنن ابن ماجہ:۱۶۴۴)

''یہ جو مہینہ تم پر آیا ہے اس میں ایک رات ایسی ہے جو (قدر ومنزلت کے اعتبار سے) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو شخص اس (کی سعادت حاصل کرنے) سے محروم رہا وہ ہر بھلائی حاصل کرنے سے محروم رہا نیز فرمایا لیلۃ القدر کی سعادت سے صرف بد نصیب ہی محروم کیا جاتا ہے''۔

(۵) پانچواں یہ کہ اعتکاف کا اہتمام کیا جائے: رمضان کے مہینہ میں ایک اہم عبادت اعتکاف ہے، دنیاوی کاموں سے منقطع ہوکر صرف باری تعالی کی طرف متوجہ ہوجانے کا نام اعتکاف ہے، یہ بھی رمضان کا ایک اہم حصہ ہے، آپ ﷺ نے اس اہم عبادت کا بھی اہتمام کیا ہے جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ:

''كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ العَشْرَ الأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ''.(صحیح بخاری:۲۰۲۵،صحیح مسلم:۲۸۳۷)

''رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے''۔

آپ ﷺ کے بعد اس کا اہتمام آپ ﷺ کی بیویوں نے بھی کیا ہے جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَعْتَكِفُ العَشْرَ الأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ، ثُمَّ

اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ". (صحیح بخاری: ۲۰۲۶، صحیح مسلم: ۲۸۴۱)

''نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کو وفات دے دیا پھر آپ کے بعد آپ کی بیویوں نے کیا''۔

معلوم ہوا کہ اعتکاف نبی ﷺ کی سنت ہے، مسلمانوں کو اس کا بھی اہتمام کرنا چاہئے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف عورتیں بھی بیٹھ سکتی ہیں، البتہ اعتکاف سے پہلے (خواہ مرد ہو یا عورت) اس بات کا خیال رہے کہ:

☆ گھر میں اعتکاف جائز نہیں ہے بلکہ مسجد کا ہونا ضروری ہے کیوں کہ اللہ تعالی نے قرآن میں اعتکاف کے لئے مسجد ہی کا ذکر کیا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلَا تُبَٰشِرُوهُنَّ وَأَنتُمۡ عَٰكِفُونَ فِي ٱلۡمَسَٰجِدِ﴾ [البقرة:۱۸۷] ''اور عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو''۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

"وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ". (سنن أبی داود: ۲۴۷۳) ''اور جامع مسجد کے سوا کہیں اور اعتکاف نہیں''۔

☆ معتکف بلا ضرورت اعتکاف گاہ سے نہ نکلے جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَأُرَجِّلُهُ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا". (صحیح بخاری: ۲۰۲۹)

''نبی کریم ﷺ مسجد سے (اعتکاف کی حالت میں) سر مبارک میری طرف حجرہ کے اندر کر دیتے اور میں اس میں کنگھا کر دیا کرتی تھی، نبی کریم ﷺ جب معتکف ہوتے تو بلا حاجت گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے''۔

☆ معتکف کسی مریض کی عیادت کو نہ جائے، جنازہ کے لئے حاضر نہ ہو اور بیوی سے مباشرت نہ کرے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ: أَنْ لَا يَعُودَ مَرِيضًا، وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً، وَلَا يَمَسَّ امْرَأَةً، وَلَا يُبَاشِرَهَا، وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ، إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ، وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ، وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ". (سنن أبی داود: ۲۴۷۳)

''سنت یہ ہے کہ اعتکاف کرنے والا کسی مریض کی عیادت نہ کرے، نہ جنازے میں شریک ہو، نہ عورت کو چھوئے، اور نہ ہی اس سے مباشرت کرے، اور نہ کسی ضرورت سے نکلے سوائے ایسی ضرورت کے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو، اور بغیر روزے کے اعتکاف نہیں، اور جامع مسجد کے سوا کہیں اور اعتکاف نہیں''۔

☆ اگر عورت اعتکاف کرنا چاہتی ہے تو اولا اسے اپنے شوہر سے اجازت لینی ہوگی کیوں کہ یہ نفلی عبادت ہے اور نفلی عبادت کے لئے شوہر کا حق مقدم ہے، اگر شوہر اجازت دے دیتا تو کرے ورنہ نہیں۔

(۶) چھٹا یہ کہ اس ماہ میں دیگر مہینوں کی بنسبت صدقہ وخیرات کیا جائے: آپ ﷺ نے یہ کارنامہ بھی بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ انجام دیا ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ:

’’كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ، حَتَّى يَنْسَلِخَ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ القُرْآنَ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ، كَانَ أَجْوَدَ بِالخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ المُرْسَلَةِ‘‘.(صحیح بخاری:۱۹۰۲)

’’رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ رمضان المبارک میں زیادہ سخاوت کرتے تھے جب جبرئیل علیہ السلام آپ سے ملتے تھے، اور رمضان کے مہینے میں جبرئیل ہر رات آپ سے ملتے اور آپ ﷺ سے قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے، جب رسول اللہ ﷺ سے جبرئیل ملتے تو آپ تیز ہوا سے بھی بڑھ کر سخاوت فرماتے تھے‘‘۔

لہٰذا ہمیں بھی عموماً ہمیشہ اور خصوصاً رمضان کے مہینے میں سخاوت و فیاضی اور صدقہ و خیرات کا کھل کر مظاہرہ کرنا چاہئے، اور بچوں کو بھی اس کی ترغیب دینا چاہئے۔

محترم قارئین! یہ تو رہی وہ باتیں جن کا اہتمام کرنا ہے، لیکن یہ بات یاد رہے کہ ہر مثبت کے ساتھ منفی پہلو کا بھی خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے، جہاں رمضان میں بے شمار عبادتوں پر توجہ دلائی گئی ہے وہیں کچھ کاموں سے دور رہنے کی تاکید بھی کی گئی ہے، بطور مثال ہمیں بد زبانی اور جھوٹ وغیرہ سے دور رہنے کی تاکید کی گئی ہے جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

’’وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلاَ يَرْفُثْ وَلاَ يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ، فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ‘‘.(صحیح بخاری:۱۹۰۴، صحیح مسلم:۲۷۶۲)

’’جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ دل لگی کی بات کرے اور نہ شور وغل کرے پس اگر کوئی اس کو گالی گلوچ دے یا اس سے لڑے تو کہہ دے کہ میں تو روزے سے ہوں‘‘۔

اور ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

’’مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ‘‘.(صحیح بخاری: ۱۹۰۳، صحیح مسلم :۲۵۴۷)

’’جو جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے‘‘۔

مذکورہ روایتوں سے معلوم ہوا کہ جس طرح بحالت روزہ کھانا، پینا اور بیوی سے مجامعت وغیرہ منع ہے اسی طرح بحالت روزہ بد زبانی (جھوٹ، غیبت، چغلی اور گالی گلوچ وغیرہ) سے بچنا بھی ضروری ہے، حتی کہ اگر کوئی بھڑکائے اور غصہ دلائے تو روزے دار کو سمجھ بوجھ سے کام لے نہ کہ اس کی باتوں میں آ کر اپنا روزہ خراب کر لے۔

محترم قارئین! گزشتہ سطور میں آئے ہوئے نکات کی روشنی میں اگر کوئی شخص رمضان کا مہینہ گزارے تو بظاہر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا روزہ صحیح سالم گزرا، رہی بات باطن کی تو یہ اللہ کے حوالے ہے۔

اللہ ہم تمام مسلمانوں کو ان نکات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

فضائل واحکام

اعتکاف: فضیلت واحکام

● شیخ اشفاق سجاد سلفی (جامعہ امام ابن باز الاسلامیہ، جھارکھنڈ)

اعتکاف کا معنیٰ ومفہوم:

اعتکاف کے لغوی معنیٰ ٹھہرنے، کسی چیز کو اپنے لیے لازم کرنے اور اس پر اپنے آپ کو روکے رکھنے کے ہیں [لسان العرب: ۳۰۵۸/۵]، خواہ یہ چیز اچھی ہو یا بری [المغنی: ۴/ ۴۵۵، فقہ السنۃ: ۱/ ۴۱۹]، اچھی اور بری دونوں چیزوں کے لیے اس کا استعمال قرآن کریم میں ہوا ہے۔ اچھی چیز کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿سَوَآءً ٱلْعَـٰكِفُ فِيهِ وَٱلْبَادِ﴾ [الحج: ۲۵] ''جس میں سکونت پذیر اور باہر سے آنے والا دونوں برابر ہیں''۔

اور بری چیز کے لیے اللہ کا فرمان ہے:

﴿فَأَتَوْاْ عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰٓ أَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾

''تو ان کا گذر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کی عبادت کر رہے تھے''۔ [الاعراف: ۱۳۸]

شرعی اصطلاح میں ''دنیا کے سارے کاروبار چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کا تقرب اور طاعت کی غرض سے مسجد میں گوشہ نشیں ہوجانے کو اعتکاف کہتے ہیں''۔ [فتح الباری: ۴/ ۲۷۱، مرعاۃ المفاتیح: ۷/ ۱۴۲]

مشروعیت وفضیلت:

اعتکاف ایک ایسی عبادت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین مکہ بھی مسجد حرام اور غار حرا میں خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا کرتے تھے۔ رسول کریم ﷺ بھی بعثت سے قبل غار حرا میں کئی کئی دن تک اعتکاف میں بیٹھتے تھے۔ جب کھانا اور پانی ختم ہوجاتا تو غار سے اتر آتے اور ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کھانا بنا دیتیں۔ رسول کریم ﷺ پھر تشریف لے جاتے۔

اس عبادت کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے:

﴿أَن طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِينَ وَٱلْعَـٰكِفِينَ وَٱلرُّكَّعِ ٱلسُّجُودِ﴾

''میرے گھر کو طواف واعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے صاف ستھرا رکھو''۔ [البقرۃ: ۱۲۵]

اسی طرح مساجد میں اعتکاف کرنا مشروع ہے۔ [فقہ السنۃ: ۱/ ۴۱۹] عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ انتقال فرمانے تک ہمیشہ رمضان کے آخر عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں''۔ [بخاری: ۱۹۲۲، مسلم: ۲/ ۱۱۷۲، ترمذی: ۷۹۰]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ''رسول کریم ﷺ کو ہر سال ایک بار قرآن سنایا جاتا تھا، جس سال آپ کا انتقال ہوا، اس سال آپ کو دو مرتبہ سنایا گیا، اور آپ ہر سال دس دن اعتکاف کیا کرتے تھے، انتقال کے سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا''۔ [بخاری: ۲۰۴۴، ابوداؤد: ۲۴۶۶، ابن ماجہ: ۱۷۶۹]

اعتکاف کرنے والا چوں کہ اطاعت اور قرب الٰہی کی طلب میں اپنے کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے وقف کر دیتا ہے اور دنیا کے تمام مشاغل سے دور ہو جاتا ہے۔ دنیا کے جھگڑوں اور

معصیت کے کاموں سے محفوظ رہتا ہے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگا رہتا ہے اور اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی پر روتا اور گڑگڑاتا ہے، اس لیے ان اشخاص کے مشابہ ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿لَّا يَعْصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾[تحریم:٦] ''اللہ تعالیٰ انہیں جو حکم دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور نہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں''۔ ﴿ٱلَّذِينَ يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ قِيَـٰمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ﴾[آل عمران:۱۹۱] ''جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلو کے بل لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں''۔ ﴿ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا۟ بِهَا خَرُّوا۟ سُجَّدًا وَسَبَّحُوا۟ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۩ ﴿١٥﴾ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ ٱلْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَـٰهُمْ يُنفِقُونَ﴾[سجدہ:۱۵-۱۶] ''جنہیں جب ان آیتوں کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں، اور تکبر نہیں کرتے ہیں، رات میں ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، اپنے رب کو اس کے عذاب کے ڈر سے اور اس کی جنت کے لالچ میں پکارتے ہیں، اور ہم نے انہیں جو روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں''۔

اعتکاف کی فضیلت یا اجر وثواب کے بارے میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے۔ اس بارے میں جو کچھ وارد ہے وہ یا تو ضعیف ہے یا پھر موضوع، امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ کیا آپ اعتکاف کی فضیلت کے بارے میں کوئی چیز جانتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، سوائے چند ضعیف روایات کے''۔[المغنی: ۴/ ۴۵۵، ۴۵۶]

ان ضعیف روایات میں سے ایک حدیث ابن ماجہ کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اعتکاف کرنے والا ایک طرف تو گناہوں سے بچا رہتا ہے اور دوسری طرف اس عمل کی جزا کے طور پر اسے اتنی نیکیاں ملتی ہیں، جتنی ساری کی ساری نیکیاں کرنے والوں کو مل سکتی ہیں''۔[سنن ابن ماجہ:۱۷۸۱]

امام نسائی، امام دارقطنی وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ [الضعفاء والمتروکین للنسائی:۴۹۰، والضعفاء والمتروکین للدارقطنی: ۴۳۴]

علامہ محمد ناصر الدین الالبانی نے بھی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ:۱۳۷۷،مشکاۃ المصابیح:۲۱۰۸]

اس کے باوجود اعتکاف کی مسنونیت کے بارے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیوں کہ بہت ساری صحیح حدیثیں ہیں، جن سے اعتکاف کی فضیلت کے لیے استدلال کر سکتے ہیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ''رسول کریم ﷺ جس قدر رمضان کے آخر عشرے میں عبادت میں کوشش کرتے اتنی اور کبھی نہیں کرتے''[مسلم: ۲۷۸۰] اور عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی ایک دوسری روایت ہے کہ ''جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو رسول کریم ﷺ عبادت میں زیادہ محنت وکوشش فرماتے اور رات کو خود بھی جاگتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے''۔[بخاری: ۲۰۲۴، مسلم: ۲۷۷۹، ابوداؤد:۱۳۷۶، نسائی:۱۶۳۸]

اعتکاف کے اسرار ومقاصد:

امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کو مشروع قرار دیا ہے، جس کا مقصود اور جس کی روح یہ ہے کہ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہو جائے، اس کے ساتھ جمعیت باطنی حاصل ہو، اشتغال بالخلق سے رہائی نصیب ہو

جائے اور اشتغال بالحق کی نعمت میسر آئے اور یہ حال ہو جائے کہ اس کا ذکر، اس کی محبت اور اس کا اقبال بندہ کے دل میں اس کے ہم وغم کی جگہ لے لے۔ اس کے تمام ہموم اور تمام خطرات اللہ کے ذکر سے وابستہ ہو جائیں۔ اس کی ہر فکر اللہ کی رضا جوئی اور اس کے تقرب کے حصول کے لیے ہوں، اس کی انسیت مخلوق کے بدلہ صرف اللہ کے ساتھ ہو جائے اور یہی انسیت اس کو قبر کی وحشت کے دن کام آئے۔ اس وقت جب کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کوئی مونس نہ ہو اور اس کے علاوہ کسی سے اس کو فرحت و خوشی نہ ملتی ہو، یہ ہے اعتکاف کا عظیم مقصد جو رمضان کے افضل ترین دنوں یعنی آخری عشرے کے ساتھ مخصوص ہے‘‘۔ [زاد المعاد: ۲/۸۷۔۸۶]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں: ’’چوں کہ مسجد میں اعتکاف جمعیت خاطر، صفائی قلب، ملائکہ سے تشبہ اور شب قدر کے حصول کا ذریعہ، نیز طاعت وعبادت کا بہترین و پر سکون موقع ہے، اس لیے رسول کریم ﷺ نے اس کو عشرہ اواخر میں رکھا ہے اور اپنی امت کے محسنین وصالحین کے لیے اس کو سنت قرار دیا ہے‘‘۔ [حجۃ اللہ البالغۃ: ۲/۵۶]

فتاویٰ ہندیہ میں اعتکاف کی حکمت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ ’’اعتکاف میں بندہ اللہ تعالیٰ کا تقرب اور خوشنودی کے حصول کی غرض سے اس کی عبادت میں مستغرق رہتا ہے اور دنیا داری کے تمام جھمیلوں کو خیر باد کہہ کر دل کی پاکیزگی اور تطہیر کی تحصیل کے لیے تنہائی میں وارد ہوتا ہے، گویا وہ خود کو فرشتوں کی صفوں میں لے آتا ہے، جو اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں، نہ اس کی عبادت کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی اس سے تھکتے ہیں، شب و روز اس کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔ ایک لمحہ کے لیے بھی انقطاع نہیں ہوتا‘‘۔ [الفتاویٰ الهندية: ۱/۲۱۲]

اعتکاف کی قسمیں: اعتکاف کی علماء نے تین قسمیں قرار دی ہیں، واجب، سنتِ مؤکدہ اور مستحب۔ [الموسوعۃ الفقهية: ۵/۲۰۸]

واجب: اگر کسی نے اعتکاف کی نذر مان لی تو اس پر اعتکاف واجب ہے [المغني: ۴/۴۵۶، فقه السنة: ۱/۴۱۹]۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جب رسول کریم ﷺ سے کہا کہ میں نے دور جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اپنی نذر پوری کرو‘‘۔ [بخاری: ۲۰۴۳، مسلم: ۴۲۶۹]
امام ابن منذر کہتے ہیں کہ ’’اعتکاف واجب نہیں لیکن اگر کسی نے اس کی نذر مان لی تو پوری کرنا واجب ہو جاتا ہے‘‘۔ [مرعاۃ المفاتيح: ۷/۱۴۲، المغني: ۴/۴۵۶]

سنت مؤکدہ: رمضان کے آخری دس ایام کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے۔ [مرعاۃ المفاتیح: ۷/۱۴۳، قیام رمضان اور اعتکاف، البانی: ۲۵، رمضان المبارک کے فضائل واحکام، شیخ الحدیث عبید اللہ رحمانی: ۳۶] کیوں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آتا ہے کہ ’’رسول کریم ﷺ ہر رمضان میں دس روز کا اعتکاف کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے بیس روز اعتکاف کیا‘‘۔ [بخاری: ۲۰۴۴]

مستحب: واجب اور سنت کے علاوہ ہر اعتکاف مستحب ہے۔ [الموسوعۃ الفقهية: ۵/۲۰۸]

اعتکاف کی مدت:

اعتکاف کے لیے کوئی وقت یا مدت متعین نہیں ہے۔ ایک دن، یا ایک رات، یا اس سے زیادہ جتنے دن اور جتنی مدت چاہے اعتکاف کر سکتا ہے۔ مگر چوں کہ رمضان کے پورے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے۔ اس لیے مسنون اور افضل یہ ہے کہ

رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کیا جائے۔ پس جو شخص پورے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا چاہتا ہو تو وہ بیسویں رمضان کو دن کے آخر حصہ میں غروب آفتاب سے کچھ پہلے مسجد میں پہونچ جائے اور اکیسویں تاریخ کی رات مسجد میں گزارے اور مسجد کے جس گوشہ میں اس کے لیے اعتکاف کی جگہ متعین کی گئی ہے، نماز صبح سے فارغ ہو کر اس جگہ کو اعتکاف کے لیے اختیار کر لے اور عید کا چاند دیکھ لینے یا صحیح معتبر خبر ملنے تک رکا رہے۔[رمضان المبارک کے فضائل واحکام:۳۷]

اعتکاف کی شرائط:

اعتکاف مرد، عورت اور نابالغ بھی کر سکتے ہیں۔ اور اس کی صحت کے لیے چند شرائط ہیں:

(۱) اعتکاف اگر عورت کر رہی ہو تو اس کا حیض ونفاس سے پاک ہونا ضروری ہے، حیض اور نفاس کی حالت میں اعتکاف درست نہیں ہوگا۔ البتہ مستحاضہ عورت اعتکاف کر سکتی ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا، حالانکہ وہ استحاضہ کی حالت میں تھیں''۔[بخاری:۲۰۳۷، ابوداؤد:۲۴۷۶، ابن ماجہ:۱۷۸۰]

(۲) جنابت سے پاک ہونا: حالت جنابت میں اعتکاف درست نہیں ہوگا۔ کیوں کہ جنابت کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا اگر معتکف جنبی ہو جائے تو فوراً غسل کر لے۔

(۳) مسجد: اعتکاف کے لیے مسجد بنیادی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تُبَٰشِرُوهُنَّ وَأَنتُمۡ عَٰكِفُونَ فِي ٱلۡمَسَٰجِدِ﴾[البقرۃ:۱۸۷] ''اور جب تم مسجدوں میں حالت اعتکاف میں ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ''آیت سے استدلال اس طرح کیا گیا ہے کہ اگر غیر مسجد میں اعتکاف درست ہوتا تو مباشرت کی حرمت مسجد کے ساتھ ذکر نہ کی جاتی، اس لیے کہ بیوی سے مباشرت اجتماعی طور پر اعتکاف کے منافی ہے۔ معلوم ہوا کہ آیت میں مساجد کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اعتکاف اس کے علاوہ دوسری جگہ درست نہیں ہے''۔[فتح الباری:۴/۲۷۱،۲۷۲]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے مسجد میں وہ جگہ دکھلائی، جہاں آپ اعتکاف کرتے تھے''۔[مسلم:۱۱۷۱، ابوداؤد:۲۴۶۵، ابن ماجہ:۱۷۷۳]

علامہ ابن قدامہ مقدسی لکھتے ہیں ''کہ احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کی ازواج مطہرات اور صحابہ کرام نے ہمیشہ مسجد ہی میں اعتکاف کیا۔ اگر گھروں میں اعتکاف جائز ہوتا تو آپ کی ازواج اور صحابہ کرام ضرور گھروں میں اعتکاف کرتے''۔[المغنی:۴/۴۶۱]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ''اعتکاف کو مساجد کے ساتھ مقید کرنا دلیل ہے اس بات کی، کہ اعتکاف سوائے مسجد کے صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر شرعاً مسجد کے علاوہ جائز ہوتا تو گھر میں جائز ہوتا، حالانکہ وہ باجماع امت باطل ہے''۔[روح المعانی:۲/۶۸]

شیخ عبدالقادر جیلانی لکھتے ہیں کہ ''اعتکاف جائز نہیں ہے، مگر اس مسجد میں جس میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے''۔[غنیۃ الطالبین:۱/۷]

علامہ کاسانی فرماتے ہیں کہ ''اعتکاف ایک عبادت ہے جو مسجد کے ساتھ خاص کی گئی ہے''۔[بدائع الصنائع:۲/۱۱۳]

جس مسجد میں اعتکاف ہو اس کا جامع ہونا بہتر ہے تاکہ نماز

جمعہ کی ادائیگی کے لیے باہر نہ جانا پڑے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں صراحت موجود ہے : **"ولا اعتكاف الا في مسجد جامع"** ''جامع مسجد کے علاوہ دوسری مسجد میں اعتکاف درست نہیں ہے''۔[ابوداؤد: ۲۴۷۳]

شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری مذکورہ حدیث کی شرح میں ائمہ محدثین اور فقہاء کے مذاہب واقوال پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اعتکاف کے لیے ایسی مسجد کا ہونا افضل ہے جس میں نماز جمعہ قائم ہوتی ہو، شرط نہیں ہے۔ چنانچہ جس مسجد میں بھی نماز پنج وقتہ جماعت کے ساتھ ہوتی ہو، اس میں اعتکاف درست ہے''۔[مرعاۃ المفاتیح: ۷/ ۱۶۶]

(۴) روزہ: اعتکاف کی ادائیگی کے لیے روزہ بھی شرط ہے۔ اگر روزہ نہ ہو تو اعتکاف درست نہیں ہوسکتا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے **"ولا اعتكاف الا بصوم"** ''اور روزے کے بغیر اعتکاف درست نہیں''[صحیح سنن ابی داؤد، البانی، جزء اول: ۲۱۶۰]

امام ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''رسول کریم ﷺ سے یہ منقول نہیں ہے کہ کبھی آپ نے روزے کے بغیر اعتکاف فرمایا ہو، حتیٰ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی کہتی ہیں کہ روزہ کے بغیر اعتکاف درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کا ذکر بغیر روزہ کے نہیں کیا ہے اور رسول کریم ﷺ نے بھی بغیر روزہ کے اعتکاف نہیں کیا ہے، اس لیے راجح اور جمہور سلف کا قول یہی ہے کہ روزہ اعتکاف کے لیے شرط ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی اسی کو راجح قرار دیتے ہیں''۔[زاد المعاد: ۲/ ۸۸-۸۷]

مستحبات اعتکاف:

اعتکاف کرنے والے کے لیے اعتکاف کے دوران طاعات وعبادات کے کام مثلاً نفلی نمازیں، مسنون اذکار وادعیہ، تسبیح وتہلیل، تکبیر وتحمید، استغفار، تلاوت قرآن، رسول کریم ﷺ پر درود وسلام، نیز دیگر قربات کے کام مثلاً وعظ ونصیحت کرنا یا سننا وغیرہ مستحب اعمال ہیں۔

امام ابن قدامہ مقدسی رقمطراز ہیں کہ ''معتکف کے لیے مستحب ہے کہ نماز، تلاوت قرآن، اللہ کے ذکر اور دیگر طاعات کے کاموں میں مشغول رہے اور لایعنی وفضول باتوں اور کاموں سے اجتناب کرے، زیادہ باتیں نہ کرے کیوں کہ جو بہت بولتا ہے، اکثر ٹھوکر کھاتا ہے۔ ابو بسرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر فضول بات یا کام کو ترک کرنا انسان کے حسن اسلام میں سے ہے''۔[ترمذی: ۲۳۱۸، ابن ماجہ: ۳۹۷۶] جنگ وجدال، لڑائی جھگڑا، برا بھلا کہنے اور فحش کلامی سے بچے، کیوں کہ یہ تمام چیزیں جب عام حالات میں ناپسندیدہ ہیں تو حالت اعتکاف میں بدرجہ اولیٰ ناپسندیدہ ہوئیں۔ ضرورت کے مطابق کلام کرنے یا کسی دوسرے سے گفتگو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

صفیہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ اعتکاف میں تھے کہ میں ایک رات آپ سے ملنے آئی، میں نے آپ سے بات چیت کی، پھر میں کھڑی ہوئی اور پلٹی، تو آپ بھی مجھے چھوڑنے کے لیے کھڑے ہوئے۔[بخاری: ۲۰۳۹، مسلم: ۵۶۴۲] [المغنی: ۴/ ۴۸۰-۴۷۹]

اعتکاف کی حالت میں جائز امور:

شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری تحریر فرماتے ہیں: ''مسجد گر جانے یا زبردستی مسجد سے نکال دیے جانے یا جان ومال کے خوف سے مسجد سے باہر نکل جانا بشرطیکہ دوسری مسجد میں فوراً چلا جائے، مسجد میں کسی دوسرے کو ضرورت کے وقت خرید

وفروخت کی ہدایت کرنا، نکاح کرنا، عمدہ لباس پہننا، سر میں تیل لگانا، خوشبو استعمال کرنا، کوئی دوسرا کھانا لانے والا نہیں ہے اس لیے خود گھر جا کر کھانا لانا، پیشاب پاخانہ کے لیے قریب سے قریب جگہ جانا، غسلِ جنابت کے لیے مسجد سے باہر جانا، بعض روایتوں سے جامع مسجد کے علاوہ دوسری ایسی مسجد میں جہاں جماعت کے ساتھ پنجگانہ نماز ہوتی ہو، اعتکاف کا جواز نکلتا ہے۔ اس لیے جامع مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے اس قدر پہلے جاسکتا ہے کہ خطبہ سے پہلے چار رکعت پڑھ سکے اور نماز فرض کے بعد اس قدر ٹھہر سکتا ہے کہ چار یا چھ رکعت سنت پڑھ سکے''۔

[رمضان المبارک کے فضائل واحکام: ۳۹-۳۸]

انسان کے لیے جائز ہے کہ اعتکاف کی حالت میں اپنی بیوی سے اپنا سر دھلوائے، کنگھی کرائے اور اس غرض سے اپنا سر مسجد سے باہر نکالے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ اعتکاف میری طرف اپنا سر بڑھاتے اور میں آپ کا سر دھوتی، حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی''۔

[بخاری: ۲۰۲۸، ابوداؤد: ۲۴۶۹]

معتکف کے لیے جائز ہے کہ مسجد میں چار پائی لے جائے، اپنے لیے ایک خاص جگہ متعین کرلے اور اس پر پردہ ڈال لے، تاکہ اسے تنہائی اور خلوت میسر ہو، بشرطیکہ اس سے مسجد میں جگہ تنگ نہ ہوجاتی ہو اور نمازیوں کو تکلیف نہ ہوتی ہو۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف فرماتے تو توبہ نامی کھمبے کے پاس آپ کا بستر ڈال دیا جاتا یا چار پائی رکھ دی جاتی''۔ [ابن ماجہ: ۱۷۷۴]

بعض لوگ حالت اعتکاف میں نیکی کے خیال سے چپ رہتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ آپ نے ایک آدمی کو کھڑے دیکھا۔ آپ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا، تو لوگوں نے بتایا کہ اس شخص کا نام ابواسرائیل ہے، اور اس نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں، نہ سایہ میں رہے گا، نہ بات چیت کرے گا اور یہ کہ روزہ سے رہے گا، آپ نے فرمایا ''اسے حکم دو کہ بات چیت کرے، بیٹھے اور اپنا روزہ ختم کرے''۔ [بخاری: ۶۷۰۴]

ممنوعاتِ اعتکاف: معتکف کا اپنی بیوی سے بوس وکنار اور صحبت کرنا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تُبَٰشِرُوهُنَّ وَأَنتُمۡ عَٰكِفُونَ فِي ٱلۡمَسَٰجِدِ﴾ [البقرۃ: ۱۸۷] ''اور جب تم مسجدوں میں حالت اعتکاف میں ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو''۔

جنازہ اٹھانے یا جنازہ کی نماز پڑھنے کے واسطے یا بیمار کی عیادت اور تیمارداری کے لیے مسجد سے نکلنا ممنوع ہے۔ ہاں البتہ اگر قضائے حاجت کے لیے معتکف مسجد سے باہر گیا اور راستہ میں کوئی بیمار مل گیا تو اسے چلتے چلتے حال پوچھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [رمضان المبارک کے فضائل واحکام: ۳۹]

عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ''معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ کسی بیمار کی عیادت نہ کرے اور نہ جنازے میں حاضر ہو اور نہ عورت کو چھوئے اور نہ مباشرت و جماع کرے اور پیشاب پاخانے کی حاجت کے علاوہ کسی اور ضرورت وحاجت سے نہ نکلے''۔

[ابوداؤد: ۲۴۷۳]

اعتکاف کی حالت میں خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔ علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''معتکف دنیادی اعمال سے دور رہے۔ نہ خرید وفروخت کرے، نہ مسجد سے باہر نکلے، نہ جنازہ

کے پیچھے جائے اور نہ مریض کی عیادت کرے۔ بعض لوگ جو ایسا کرتے ہیں کہ وہ معتکف ہوتے ہیں، اس کے باوجود ان کے پاس رات و دن کے مختلف حصوں میں ملنے والے لوگ آتے رہتے ہیں اور اس معتکف کے لیے اپنی ناجائز گفتگو سے خلل کا باعث بنتے ہیں، یہ عمل اعتکاف کے مقصود کے منافی ہے‘‘۔[فقہ العبادات:۲۶۷]

اعتکاف کی قضاء: اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ اگر معتکف اپنا اعتکاف پورا کیے بغیر درمیان میں اسے چھوڑ دے تو کیا بعد میں اس کے ذمہ اس کی قضاء ضروری ہے یا نہیں؟ امام مالک اور حنفیہ کے نزدیک اعتکاف کی قضاء واجب ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان میں اعتکاف شروع کیا، لیکن پھر آپ اس سے نکل گئے (درمیان میں اسے ترک کر دیا) تو پھر آپ نے شوال میں دس دن اعتکاف فرمایا‘‘۔
[بخاری:۲۰۳۴، مسلم، اعتکاف:۶]

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اعتکاف کی قضاء واجب نہیں، مستحب ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ ہر وہ کام جسے انسان نفلی طور پر شروع کرے اور پھر اسے درمیان میں چھوڑ دے تو اس کی قضاء کا اسے اختیار ہے، اس کے ذمہ ضروری نہیں ہے۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت دلیل ہے اس بات کی کہ اگر انسان کوئی کام نفلی طور پر شروع کرے، تو اسے اختیار ہے چاہے تو اسے پورا کرے اور چاہے تو اسے درمیان میں ترک کر دے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات نے بھی اعتکاف درمیان میں ترک کیا، لیکن انہیں قضا کا حکم نہیں دیا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خود قضاء فرمایا، تو یہ بطور استحباب تھا نہ کہ بطور وجوب۔[فقہ السنۃ، محمد عاصم:۲/۳۷۳-۳۷۰]

عورتوں کا اعتکاف: عورت اگر چاہے تو اپنے شوہر، یا دوسرے ذی محرم کے ساتھ یا تنہا بھی اعتکاف کر سکتی ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں میں سے ایک مستحاضہ بیوی نے اعتکاف کیا (دوسری روایت میں ہے کہ وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں) وہ خون میں سرخی اور زردی دیکھتی رہتی تھیں، بسا اوقات میں ان کے نیچے طشت رکھ دیتی اور وہ نماز پڑھتی رہتیں‘‘۔[بخاری:۲۰۳۷، ابوداؤد:۲۴۷۶، ابن ماجہ:۱۷۸۰]

عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک دوسری روایت ہے کہ ’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری زندگی رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے رہے۔ اور آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے بھی اعتکاف کیا‘‘۔[بخاری:۲۰۲۶، مسلم:۱۱۷۲]

علامہ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ’’اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت بھی اعتکاف کر سکتی ہے۔ لیکن بہر صورت یہ اولیاء کی اجازت، فتنہ اور مردوں کے میل جول سے امن کی صورت ہی میں جائز ہے۔ اس قید و شرط کی بے شمار دلیلیں ہیں اور فقہی قاعدہ بھی ہے۔ ’’مفاسد کو ختم کرنا مصالح کے حصول پر مقدم ہے‘‘۔
[قیام رمضان اور اعتکاف:۳۱-۳۰]

شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ’’عورت بھی مسجد میں اعتکاف کر سکتی ہے جیسا کہ ازواج مطہرات مسجد نبوی میں معتکف ہوئی تھیں، مگر اس کے لیے اس کے شوہر یا ذی محرم کی ضرورت ہے‘‘۔[رمضان المبارک کے فضائل واحکام:۳۸]

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ماہِ رمضان کی قدر کرنے اور اعتکاف کو بجالانے کی توفیق بخشے، آمین!

تاثرات واحساسات

فیضان رمضان اور ہماری محرومیاں

● شیخ رشید سمیع سلفی (جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

رمضان کا مقدس ومبارک مہینہ ہم پر سایہ فگن ہونے جارہا ہے۔ ہمیشہ کی طرح رمضان پھر آئے گا اور چلا جائے گا، ایک ماہ کی دوڑ دھوپ، نقل وحرکت، نشست و برخاست اور جملہ مصروفیات ایک خاص کیفیت کے ساتھ ماضی کے سرد خانے میں چلی جائیں گی، ہمارا حال وہی بنا رہے گا جو پہلے تھا، اس طرح ہماری پوری زندگی ایک رمضان سے دوسرے رمضان کی طرف سفر کرنے میں گذر جائے گی، یہی ہماری اور پوری امت کی کہانی ہے، کوئی بہتری نہیں، کوئی اصلاح نہیں، کوئی تربیت نہیں، کوئی تزکیہ نہیں۔

ایک رمضان اور اس کی روحانی تاثیر اس قدر قوت کی حامل ہے کہ وہ پورا نقشہ بدل کر رکھ دے، وہ پوری زندگی کی تصویر سنوار دے، شر کی جگہ خیر نمایاں ہو، بدی کی جگہ نیکی کے پھول کھل اٹھیں، سیئات کی جگہ حسنات کی خوشبو بکھر جائے، مگر افسوس رمضان کی یہ تمام صلاحیت دھری کی دھری رہ جاتی ہے اور ہمارے اندر کا شر جیت جاتا ہے۔ گناہ غالب کیوں اور نفس کا شر حاوی کیوں ہے، شیطان تو قید ہے مگر شیطان کے ساتھی شیطان کا محاذ سنبھالے ہوئے ہیں، وہ انسان کے نفس کا شر ہے، جس نفس پر سال بھر کا زنگ لگا ہو وہ ایک مہینے کی رگڑ سے چھٹتا تو ہے لیکن پھر جلے ہوئے فتیلے پر آگ پکڑ لیتی ہے، ڈاکٹر علاج کرنے کے بعد کہتا ہے ابھی کچھ دنوں تک آپ کو پرہیز کرنا ہے، دوائیاں لینا ہے، وگرنہ بیماری پھرا بھر سکتی ہے، مریض بھرپور خیال رکھتا ہے، مگر ہم رمضانی علاج کے بعد نفس کی باگ کو کھلا چھوڑ دیتے ہیں، نماز کی پابندی تک سے دستبردار ہوجاتے ہیں، اکثریت شش عیدی روزوں سے کنارہ کش ہوتی ہے، رمضان کے روزے کوئی جادو کی چھڑی نہیں ہیں کہ برائیاں یکلخت اڑنچھو ہوجائیں گی، یہ کوئی اینٹی وائرس نہیں ہے کہ ایک پروسیس سے دل بتمام وکمال کلین ہوجائے گا، یہ گوشت پوست کا جسم ہے جس میں دل ودماغ رکھ کر آزمائش و امتحان کے لئے بھیجا گیا ہے، اس لئے امتحانی زندگی میں کسی وقتی چمتکار کا انتظار کیے بغیر عمل مسلسل کو شیوہ بنانا ہے، رمضان کی عبادت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باقی مہینوں کیلئے آپ کو گناہ کا لائسنس مل گیا ہے، رمضان میں سحری کی پابندی کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے دنوں میں فجر آپ سے اٹھالی گئی ہے، مغرب سے پہلے افطار کے لئے فرصت نکالنے کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کو دوسرے مہینوں میں مغرب سے فرصت مل گئی، تراویح کی پابندی کا مطلب یہ نہیں کہ اب عشاء کی ضرورت نہیں رہی، یقیناً آپ فرمائیں گے کہ ہرگز نہیں، ہم نے کب یہ کہا کہ رمضان بعد ہم کو ہر پابندی سے فرصت مل گئی ہے، صحیح بات تو یہی ہے کہ آپ نے ایسا کبھی نہیں کہا لیکن طرز عمل تو اسی بات کی غمازی کرتا ہے، منظر نامہ اسی طرف اشارے کررہا ہے، وہ دیکھو مسجدیں خالی جارہی ہیں، تلاوتوں کی زمزمہ سنجی سننے کو کان ترس جاتے ہیں،

دینی ماحول کا فقدان نظر آتا ہے، سخاوت کا دریا بھی تھم جاتا ہے، ذرا تصور کریں کہ **"لعلکم تتقون"** کا مظہر زندگی کے کس گوشے میں نظر آتا ہے؟

رمضان کے طلوع چاند کے بعد زندگی کس طرح لمحوں میں تبدیل ہوجاتی ہے، ہر چیز اپنی جگہ بدل جاتی ہے، سونے جاگنے کا نظام بدل جاتا ہے، کھانے و پینے کی ترتیب بدل جاتی ہے، کام کاج کا طریقہ بدل جاتا ہے، گھر و بازار کا منظر بدل جاتا ہے، زبان و گفتگو کا معیار بدل جاتا ہے، عمل و کردار کی رفتار بدل جاتی ہے، یعنی رمضان ایک ہمہ گیر تبدیلی کا موسم لے کر آتا ہے، یہ تبدیلی ایک صالح تبدیلی ہوتی ہے، ایک خوشگوار انقلاب ہوتا ہے، اس تبدیلی کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہوتی ہے، اس رمضانی انقلاب کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دراز کرنے کی کوشش ہونی چاہیے، اس وقتی تبدیلی کو دائمی تبدیلی سے ہم آہنگ کرنے کی سوچ برپا ہونی چاہیے، کس قدر زبردست تبدیلی کا فارمولا ہے، کس قدر کامیاب نسخۂ کیمیا ہے؟ کیوں ایسا نہیں ہوا کہ ہم ہلال عید دیکھنے کے بعد جمود کا شکار نہیں ہوتے، ہم عید کی خوشیوں میں حرارت ایمانی کی لو کو مدھم نہیں کرتے، ہم دلوں میں بھڑکتے جذبۂ تقوی کے شعلے کو ماند نہیں پڑنے دیتے، کاش قرآن سے سررشتۂ قلب وضمیر باقی رہتا، کاش عبادات کی سرشاری قائم رہتی، کاش ہم رمضان کی گرفت سے رمضان کے بعد بھی آزاد نہ ہوتے، تبدیلی کا یہ سب عمل بغیر عزم راسخ عمل میں نہیں آسکتا ہے، یہ ایک مضبوط قوت ارادی کا طالب ہے، یہ ایک فولادی حوصلے کا متقاضی ہے۔

کہیں رمضان کوئی ظاہری نشہ تو نہیں جو فضائل سن کر وقتی طور پر چڑھ جاتا ہے اور پھر عید کے بعد اتر جاتا ہے، کہیں یہ کوئی موسمی لہر تو نہیں جو عارضی لمحوں کا اسیر ہوتا ہے، کہیں یہ تغیر پذیر قوانین کا حصہ تو نہیں جو ایک خاص مدت کے بعد اپنا اثر کھو دیتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ نفس کا شر نفس کے خیر پر غالب ہوتا ہے، رمضان کی عبادتیں ایک ظاہرداری میں تبدیل ہوگئی ہیں، روح تک تاثیر نہیں پہونچ پاتی ہے، روح کے تزکیے سے زیادہ لذت کام و دہن سے سروکار ہوتا ہے، قرآن کی تلاوت سے زیادہ ڈشوں کی حلاوت پر دھیان ہوتا ہے، دن بھر بھوک کی مشقت بجا سہی لیکن رات بھر دن کی کسر نکالی جاتی ہے، رمضان لذت کام ودہن کا ایک حسین موسم بن گیا ہے، اس لئے رمضان کی وہ بے پناہ برکات ہماری زندگی میں نظر نہیں آتیں جو حقیقت میں رمضان لے کر آتا ہے۔

جب رمضان نعمت نہیں زحمت نظر آنے لگے، جب اس کے روزے بار خاطر محسوس ہونے لگیں، جب رمضان کا چاند دلوں میں افسردگی پیدا کردے، جب رمضان قید وبند جیسا لگنے لگے، جب رمضان کا ایک ایک دن گن گن کر گذارا جائے اور ختم ہونے پر آہ سرد کھینچی جائے، جب عید کے چاند کی لوگوں میں جلدی مچی ہو، جب اس کے گذر جانے پر خوشیوں کا ٹھکانہ نہ ہو، تب بھلا کیسے اس کے ثمرات و برکات سے بہرہ ور ہوا جاسکتا ہے، وہ اس کے ایک ایک لمحے سے کیسے تقوی کسب کرسکتے ہیں؟ اس کی صبح وشام تازگئ ایمان کا سامان کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کے شب وروز کے گداز لمحوں میں جذبۂ عمل کس طرح پروان چڑھ سکتا ہے؟ یہ تو بس ایک ظاہرداری ہے جس کو دیکھ کر ہم اطمینان کرلیتے ہیں لیکن دلوں کی دنیا میں ویرانی کا راج ہوتا ہے۔

مسائل ونوازل

روزوں کے چند جدید مسائل

● دکتور جاوید ندیم مدنی (ممبئی)

روزہ کی اہمیت وفضیلت:

روزہ اسلام کی انتہائی عظیم عبادت ہے۔ یہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ".

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اول گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا"۔ [صحیح بخاری، حدیث نمبر 8]

قرآن وحدیث میں روزے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ روزہ جہنم سے آزادی کا سبب ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللهِ، بَاعَدَ اللهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا".

''جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال کی دوری پر کر دیتا ہے''۔ [صحیح بخاری، حدیث نمبر 2840]

2۔ روزہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ".

''جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے، اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں''۔ [صحیح بخاری، حدیث نمبر 28۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر 760]

3۔ روزہ دار کے لیے جنت میں خاص دروازہ ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

''جنت میں ایک دروازہ ہے جسے 'الریان' کہا جاتا ہے، اس میں سے قیامت کے دن صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے''۔ [صحیح بخاری، حدیث نمبر 1896۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر 1152]

روزہ کی ان تمام اہمیت وفضیلت کی بنا پر ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اپنے روزے کی حفاظت کرے۔ اسے فاسد کرنے یا اس پر اثر انداز ہونے والے امور سے آگاہی حاصل کرے۔

زیر نظر مختصر مضمون اسی مقصد کے لئے تحریر کیا گیا ہے۔ اس میں روزے پر طبی اثرات ڈالنے والے بعض جدید امور کے متعلق شرعی موقف واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے روزوں کی حفاظت فرمائے

اورہمیں علم نافع سے نوازے۔آمین

ہوائی سفراورافطار کے مسائل:

امساک اورافطار(روزے کی ابتداءاورانتہاء) کے وقت کی تعیین قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ میں انتہائی بلیغ انداز میں بیان کی گئی ہے۔

﴿وَكُلُواْ وَٱشۡرَبُواْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلۡخَيۡطُ ٱلۡأَبۡيَضُ مِنَ ٱلۡخَيۡطِ ٱلۡأَسۡوَدِ مِنَ ٱلۡفَجۡرِۖ ثُمَّ أَتِمُّواْ ٱلصِّيَامَ إِلَى ٱلَّيۡلِۚ﴾[البقرۃ:۱۸۷]

’’تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے واضح ہوجائے۔پھر رات تک روزہ پورا کرو‘‘۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِن هَا هُنَا، وأَدْبَرَ النَّهَارُ مِن هَا هُنَا، وغَرَبَتِ الشَّمْسُ فقَدْ أفْطَرَ الصَّائِمُ".[صحیح بخاری،حدیث نمبر 1954]

’’جب اس طرف سے رات آئے اوراس طرف سے دن ختم ہوا اور سورج غروب ہوجائے تو روزہ دار افطار کرلے‘‘۔

یعنی دن کا اختتام اور رات کا آغاز کا وقت معلوم کرنے کے لئے سورج غروب ہونا شرط ہے۔ دن کی روشنی سورج غروب ہونے کی بنا پرختم ہو، نہ کہ بدلی چھاجانے یا کسی اور سبب کی بنا پر۔[فتح الباری،ابن حجر، 4/196]

آیت اور حدیث اس مسئلہ پر دلالت کرتی ہیں کہ روزہ دار کے لئے یہ حکم اس جگہ سے متعلق ہے جہاں وہ موجود ہے، چاہے وہ زمین کی سطح پر ہو یا ہوائی جہاز میں۔

ہوائی سفر کی صورتیں:

پہلی صورت: اگرسورج ہوائی جہاز اڑنے سے پہلے غروب ہوجائے اور مسافر نے زمین پر افطار کرلیا۔ پھر جب جہاز اڑا تو آسمان میں سورج نظر آیا۔اس صورت میں افطار صحیح ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس حالت میں مسافر کا روزہ صحیح ہوگا، اگرچہ اسے آسمان میں سورج نظر آرہا ہو؛ کیونکہ سورج غروب ہوتے وقت وہ زمین پر تھا۔اس لئے زمینی لحاظ سے غروب کا اعتبار ہوگا؛ نہ کہ آسمانی لحاظ سے۔

اس مسئلہ پرغور کریں تو روزہ دار پر سورج طلوع نہیں ہوا؛ بلکہ روزہ دار سورج پر طلوع ہوا ہے۔

دوسری صورت: اگر جہاز سورج غروب ہونے سے پہلے اڑ جائے؟

اس صورت میں جب تک آسمان میں سورج نظر آرہا ہو یا غروب نہ ہوجائے وہ افطار نہیں کرے گا؛ چاہے وہ کسی ایسے ملک کے آسمان سے گزرے جہاں کے لوگ (زمین پر) افطار کرچکے ہوں۔اللہ تعالی کا فرمان:

﴿ثُمَّ أَتِمُّواْ ٱلصِّيَامَ إِلَى ٱلَّيۡلِۚ﴾[البقرۃ:۱۸۷]

’’پھر رات تک روزہ پورا کرو‘‘۔

اس مسئلہ پر یہ آیت واضح ہے کہ سورج غروب ہونے تک روزہ مکمل کرنا واجب ہے۔

تیسری صورت: اگرآسمان میں بادل ہوں اور سورج دکھائی نہ دے؟

اس صورت میں غالب گمان پراعتماد کرتے ہوئے جس ملک کے آسمان سے گزر رہا ہو وہاں کے کیلنڈر (غروب کے) وقت کے لحاظ سے افطار کرلے گا۔واللہ اعلم

تفصیل کے لئے دیکھیں:

1- وزارت اوقاف وامور اسلامی کویت کی جانب سے شائع شدہ

فتاوی،10/113۔

2۔سعودی عرب کی مستقل فتوی کمیٹی (اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء) کا فتوی10/294۔نمبر(2254)۔

3۔ فتاوى فى أحكام الصيام، شيخ ابن عثيمين، ص331۔

4۔فتاوى معاصرة، ڈاکٹر وهبه الزحيلي،ص60۔

5۔ أحكام المستجدات الفقهية فى الصيام، جابر عيد العازمي، ص53۔

روزے کی حالت میں سانس لینے والے اسپرے کے استعمال کا حکم؟

عموماً دمہ کے مریض یا جنہیں پھیپڑوں سے سانس لینے میں تکلیف ہوتی ہے وہ ایک قسم کا اسپرے استعمال کرتے ہیں جس میں کچھ کیمیکل پانی اور اوکسیجن ہوتا ہے۔

اسے استعمال کرنے کے لیے ایک گہری سانس لینے کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ ساتھ ہی اسپرے پر دبایا جاتا ہے۔اس کے بعد، اسپرے کے پھوارے منہ کے راستے حلق میں جاتے ہوئے، پھر ہوا کی نالیوں میں داخل ہوتے ہیں۔

چونکہ زور سے سانس لینے سے اس کے چند پھوارے منہ میں رہ جاتے ہیں، اور بعض اوقات منہ کے راستہ غذائی نلی سے معدہ تک پہونچتے ہیں۔اس لئے ان سے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔

زیادہ درست یہی نظر آتا ہے کہ ایسے اسپرے استعمال کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ کیونکہ:

1۔ منہ میں باقی رہ جانے والی (پھر بعض اوقات منہ کے راستہ غذائی نلی سے معدہ تک پہونچنے والی) مقدار بہت تھوڑی سی ہوتی ہے اور غیر ارادی ہوتی ہے۔اور دوائی کا اکثر حصہ پھیپڑوں میں چلا جاتا ہے؛ اس لئے منہ میں رہ جانے والے انتہائی کم مقدار میں اس کے حصے سے روزہ پر فرق نہیں پڑے گا۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کلی کرنے کے بعد کچھ پانی منہ رہ جاتا ہے جو روزے پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

2۔ یہ قطرات اگر کبھی معدہ تک پہونچ بھی جائیں تو اس کا مقصد غذا نہیں؛ بلکہ پھیپڑوں کا علاج ہوتا ہے۔

3۔ کبھی کبھی معدہ تک پہونچنے والے ان قطرات کی مثال مسواک جیسی ہے۔ماہرین طب کے مطابق مسواک آٹھ کیمیائی مواد پر مشتمل ہوتی ہے، یہ دانتوں اور مسوڑوں کو بیماریوں سے بچاتی ہے، اس کے بعض اجزاء لعاب میں گھل کر گلے میں داخل ہوجاتے ہیں۔مسواک سے متعلق صحیح بخاری میں حضرت عامر بن ربیعہ سے روایت ہے:

”رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أُحْصِي“.

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزے میں اتنی مرتبہ مسواک کرتے ہوئے دیکھا کہ شمار نہیں کرسکتا۔[صحیح بخاری، باب سواك الرطب واليابس للصائم]

جس طرح مسواک کے بعض اجزاء محلول بن کر غیر ارادی طور پر کبھی کبھی معدہ میں داخل ہوتے ہیں، اور اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ اسی طرح اس دوائی کی مثال ہے۔واللہ اعلم

تفصیل کے لئے دیکھیں:

1۔سعودی عرب کی مستقل فتوی کمیٹی (اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء) کا فتوی نمبر:1240۔

2۔ مجموع فتاوى الشيخ ابن عثيمين،19/209۔

3۔ مجموع فتاوى ومقالات الشيخ ابن باز،15/265۔

4- مفطرات الصيام المعاصرة، أحمد بن محمد الخليل،ص39-43۔

روزہ میں ناک میں ڈالنے والے اسپرے استعمال کرنے کا حکم؟

عموماً زکام کے مریض یا جنہیں ناک کی نسوں میں تکلیف ہوتی ہو وہ ایک قسم کا اسپرے استعمال کرتے ہیں جو کیمیکل پانی اور اوکسیجن سے مل کر بنا ہوتا ہے۔اسے استعمال کرنے سے اس کے چند پھوارے منہ میں اترتے جاتے ہیں۔

لیکن چونکہ یہ پھوارے بہت کم ہوتے ہیں۔اور اس کا مقصد زکام یا ناک کی نسوں کا علاج ہوتا ہے۔اور دوائی کا اکثر حصہ ناک کی نسوں میں چلا جاتا ہے۔اس لئے منہ میں اتر جانے والے انتہائی کم مقدار میں اس کے حصے سے روزہ پر فرق نہیں پڑے گا۔واللہ اعلم

تفصیل کے لئے دیکھیں:

1- اسلامی فقہ کونسل،جدہ کی قرارداد نمبر (93)10/1۔

2- مجموع فتاوى الشيخ ابن عثيمين،19/209۔

روزہ کی حالت میں ناک میں قطرے ڈالنا:

ناک میں سوجن کی بنا پر کبھی کبھی ناک کے قطروں والی دوا استعمال کی جاتی ہے۔عموماً دو تین قطرے ناک میں ڈالے جاتے ہیں۔اکثر تو یہ قطرے ناک ہی میں جاتے ہیں۔کبھی کبھی کچھ قطرے حلق میں آجاتے ہیں۔اور حلق سے ہوتے ہوئے معدہ تک پہونچ جاتے ہیں۔

حلق سے ہوتے ہوئے معدہ تک جانے والے قطروں سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟اس سلسلے میں علماء کی مختلف رائے ہیں:

پہلی رائے یہ کہ: اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

کیونکہ معدہ تک دوائی کا انتہائی کم حصہ پہونچتا ہے اور یہ انتہائی قلیل مقدار روزہ پر اثر انداز نہیں ہوتی؛ جیسے کلی کرنے کے بعد منہ میں بچے ہوئے پانی کے چند قطرات حلق سے نیچے اتر جاتے ہیں اور یہ روزہ پر اثر انداز نہیں ہوتے۔

یہ بھی خیال رہے کہ معدہ تک پہونچنے والی یہ چیز کوئی غذائی مادہ نہیں ہوتا جس سے جسم کو طاقت وقوت ملے۔

اس رائے کے قائل اسلامی فقہ کونسل،جدہ کے بعض اراکین، جیسے: الشیخ ہیثم الخیاط،الشیخ عجیل النشمی اور ڈاکٹر احمد الخلیل وغیرہ ہیں۔

دوسری رائے یہ کہ: ناک کی قطروں والی دوائی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے:

کیونکہ دوائی کے بعض قطرے حلق سے ہوتے ہوئے معدہ تک پہونچتے ہیں۔اس سلسلے میں حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا جاتا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"وَبَالِغْ فِي الِاسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا".

"ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کیا کرو؛لیکن اگر تم روزہ سے ہو تو ایسا نہ کرو"۔[ابوداود:2366۔ترمذی:788۔شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے]

یہی شیخ ابن باز اور شیخ ابن عثیمین کا فتوی ہے۔

تیسری رائے یہ کہ اگر کچھ قطرے حلق تک پہونچے اور روزہ دار نے اسے نگل لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔اگر نہیں نگلا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔یہی اسلامی فقہ کونسل،جدہ کی قرارداد ہے۔

دلائل کی بنا پر زیادہ درست یہ نظر آتا ہے کہ: انتہائی قلیل مقدار میں حلق تک پہونچنے والے ان قطروں سے روزہ نہیں

ٹوٹتا؛ کیونکہ آپ ﷺ نے روزہ دار کو کلی کرنے سے منع نہیں فرمایا؛ بلکہ اس میں مبالغہ سے منع فرمایا ہے۔اور کلی کرنے کے بعد منہ میں بچے ہوئے پانی کے چند قطرے حلق سے نیچے اتر جانے سے روزہ پر اثر انداز نہیں ہوتے۔البتہ زیادہ قطرے حلق تک پہونچنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؛ کیونکہ اس کا حکم مبالغہ کا ہوگا۔ واللہ اعلم

تفصیل کے لئے دیکھیں:

1۔ اسلامی فقہ کونسل،جدہ کی قرارداد نمبر (93)1/10۔

2۔مجموع فتاوى ومقالات الشيخ ابن باز،15/261۔

3۔ مجموع فتاوى الشيخ ابن عثيمين،19/209۔

4۔ مفطرات الصيام المعاصرة، أحمد بن محمد الخليل،ص53۔

روزہ کی حالت میں منہ یا ناک کے ذریعہ بے ہوش یا سُن کرنے کی دوا کا استعمال:

مریض کو بے ہوش یا سُن کرنے کے لئے بعض اوقات ایک قسم کی گیس ناک میں لگا کر سونگھنے سے انسان کے اعضاء پر اثر ہوتا ہے اور وہ بے ہوش ہوجاتا ہے۔اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ کیوں کہ یہ صرف ہوا ہے۔اور اس کا تعلق غذائیت سے نہیں ہے۔

اسی طرح دانت کا ڈاکٹر مریض کو منہ میں بے ہوشی کے لیے انجکشن دیتا ہے۔بے ہوشی کے انجکشن لینے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا؛ کیونکہ یہ غذائی نہیں ہے۔واللہ اعلم

تفصیل کے لئے دیکھیں:

1۔ سعودی عرب کی مستقل فتوی کمیٹی (اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء) کا فتوی 9/200۔نمبر (18084)۔

2۔مجموع فتاوى ومقالات الشيخ ابن باز،15/259۔

دانتوں کے علاج کے وقت دانتوں کی مشین ٹھنڈا کرنے کیلئے استعمال کئے جانے والے پانی کو نگلنے کا حکم؟

دانتوں کا ڈاکٹر دانت تراشنے والی مشین کو ٹھنڈا کرنے کے لیے پانی استعمال کرتا ہے۔کبھی کبھی مریض کچھ پانی نگل لیتا ہے یا چند قطرے اس کے حلق میں چلے جاتے ہیں۔

اس صورت میں روزے دار مریض کا غیر ارادی طور پر اس پانی کو نگل لینا روزے پر اثر انداز نہیں ہوتا۔اگر کوئی چیز غیر ارادی طور پر حلق میں چلی جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

خیال رہے کہ علاج وغیرہ کے لیے روزے دار کے منہ میں پانی ڈالنے میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن بہتر ہے کہ علاج کو رات یا رمضان کے بعد تک مؤخر کرنا زیادہ احتیاط کا باعث ہوگا۔

تفصیل کے لئے دیکھیں:

سعودی عرب کی مستقل فتوی کمیٹی (اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء) کا فتوی 9/200۔نمبر (18084)

روزہ میں اوکسیجن ماسک استعمال کرنے کا حکم:

اوکسیجن ماسک دراصل ایک طرح کی ہوا ہوتی ہے جس سے مریض کو سانس لینے میں آسانی ہوتی ہے۔ یہ غذائی مواد نہیں ہوتا۔ہوا کا اکثر حصہ نظام تنفس میں استعمال ہوتا ہے۔اس لئے اس کا حکم فطری ہوا کا ہے۔اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔واللہ اعلم

تفصیل کے لئے دیکھیں:

1۔ اسلامی فقہ کونسل،جدہ کی قرارداد نمبر (93)1/10۔

2۔ مفطرات الصيام المعاصرة، أحمد بن محمد الخليل،ص39-43۔

ہارٹ اٹیک سے بچنے کیلئے زبان کے نیچے رکھی جانے

والی گولی کے استعمال کا حکم:

ہارٹ اٹیک سے بچانے والی گولی دل کی کچھ پیچیدہ بیماریوں اور سینے کی تکلیف وغیرہ کے علاج کے لیے زبان کے نیچے رکھی جاتی ہیں۔ یہ گولیاں فوری طور پر زبان کے نیچے سے منہ ہی میں جذب ہو جاتی ہیں۔ اس کی تاثیر خون کے ذریعہ دل تک پہنچتی ہے جس سے اچانک پیدا ہونے والے دورے رک جاتے ہیں۔

چونکہ یہ گولیاں منہ ہی میں جذب ہو جاتی ہیں اور پیٹ میں نہیں جاتیں؛ اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اسلامی فقہ کونسل، جدہ کی قرارداد کے مطابق اگر اس کو نگلا نہ جائے اور وہ پیٹ تک نہیں پہنچتی ہے تو اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

تفصیل کے لئے دیکھیں:

1۔ اسلامی فقہ کونسل، جدہ کی قرارداد نمبر (93)10/1۔

2- مفطرات الصيام المعاصرة، أحمد بن محمد الخليل، ص39-43۔

روزہ میں پیٹ میں میڈیکل دوربین ڈالنے کا حکم؟

میڈیکل دوربین ایک طبی آلہ ہے جو منہ کے ذریعے حلق، پھر غذائی نالی، اور پھر معدہ میں داخل کیا جاتا ہے۔ اسے متعدد طبی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر: معدہ کی تصویر (ایکسرے X-RAY)، تاکہ معدہ میں موجود زخم وغیرہ کا علم ہو۔

طبی آلات پیٹ میں داخل ہونے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ پر گفتگو سے پہلے ایک فقہی مسئلہ کا ذکر ضروری ہے، جس پر اس مسئلہ کی بنیاد ہے یا جس کی روشنی میں اس مسئلہ کو سمجھنا آسان ہے، وہ یہ کہ: کیا معدہ میں کسی بھی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا صرف مغذی (غذا دینے والی چیز) کے داخل ہونے سے؟

اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف کو ذکر کرنے سے پہلے سبب اختلاف جاننا ضروری ہے۔ مشہور فقیہ علامہ ابن رشد نے اس مسئلے میں اختلاف کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس اختلاف کی وجہ مغذی کو غیر مغذی پر قیاس کرنا ہے؛ کیونکہ جو ذکر آیا ہے وہ مغذی کے بارے میں ہے، تو جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ روزے کا مقصد یہ ہے کہ مغذی چیز پیٹ میں داخل نہ ہو، وہ مغذی کو غیر مغذی پر قیاس نہیں کرتے ہیں (یعنی ان کے نزدیک مغذی اور غیر مغذی میں فرق ہے)۔

اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صوم عبادت محضہ ہے۔ یعنی اس میں ہر طرح کی چیز پیٹ میں ڈالنا منع ہے۔ وہ مغذی اور غیر مغذی میں فرق نہیں کرتے''۔ [بدایۃ المجتہد، ابن رشد، 2/153]

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف:

پہلا قول:

معدہ میں داخل ہونے والی ہر چیز سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

اکثر علماء اور سلف وخلف کی بڑی جماعت کا کہنا ہے کہ جو بھی چیز معدہ میں داخل ہو، وہ روزہ توڑ دیتی ہے، چاہے وہ مغذی ہو یا غیر مغذی... حتیٰ کہ اگر وہ گھلنے والی بھی نہ ہو؛ لہٰذا اگر کوئی لوہے کا ٹکڑا یا کنکری جان بوجھ کر نگل لے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

یہ احناف، مالکیہ، شافعیہ، اور حنابلہ کا موقف ہے۔

البتہ احناف نے استقرار (یعنی مکمل داخل ہونے) کی شرط رکھی ہے، یعنی اگر اس کا کچھ حصہ باہر رہ جائے یا وہ کسی بیرونی شئے سے جڑا ہو تو وہ مستقر نہیں مانا جائے گا۔ [تفصیل کے لئے دیکھیں:

بدایۃ المجتہد، ابن رشد، 2/153]

ان کے متعدد دلائل ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ قابل ذکر یہ ہے کہ:

''صوم'' کا مطلب ہر اس چیز سے رک جانا ہے جو معدہ میں پہنچے، چاہے وہ مٹی ہو یا پتھر۔ انہوں نے قرآن و حدیث میں کھانے پینے کی حرمت کے عموم سے استدلال کیا ہے، اور یہ مسئلہ بھی اسی حکم سے جڑا ہے۔

دوسرا قول:

یہ ہے کہ معدہ میں داخل ہونے والی صرف وہ اشیاء روزہ توڑتی ہیں جن کا تعلق غذا یا پانی سے ہو۔ یہ حسن بن صالح اور بعض مالکیہ کا مسلک ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی اسی موقف کو ترجیح دی ہے۔

ان کے متعدد دلائل ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ قابل ذکر یہ ہے کہ:

قرآن و حدیث میں کھانے پینے سے مراد وہی کھانے کی معروف اشیاء ہیں جو انسان عام طور پر استعمال کرتا ہے؛ لہٰذا کنکری یا درہم وغیرہ کا کھانے پینے کی حرمت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ شریعت نے روزے میں کھانے پینے کی حرمت کی علت (تقویت اور تغذیہ) قرار دیا ہے، نہ کہ محض معدہ میں کسی چیز کے پہنچنے کو۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''روزہ دار کو کھانے پینے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ تقویت کے لیے ہوتا ہے۔ لہٰذا کھانا اور پینا جس سے خون بنتا ہے اور طاقت پیدا ہوتی ہے، وہی ممنوع ہے، نہ کہ دوا یا سرمہ۔'' [دیکھیں: مجموع الفتاوی، ابن تیمیہ، 20/528]

ترجیح:

دلیل کے لحاظ سے دوسرا قول زیادہ درست معلوم ہوتا ہے؛ لیکن احتیاط پہلے قول میں ہے۔ اکثر ماہرین لغت کے مطابق طعام و شراب: کھانے پینے کی اشیاء کے ساتھ خاص ہے۔ بطور نمونہ مشہور ماہر لغت فیومی فرماتے ہیں:

قال الرمانی: **"الأكل حقيقة بلع الطعام بعد مضغه، فبلع الحصاة ليس بأكل حقيقةً".**

''رمانی فرماتے ہیں: حقیقت میں کھانا: کھانے والی چیز کو چبا کر کھانا ہے۔ کنکری نگل لینے کو حقیقت میں کھانا نہیں کہتے''۔ [المصباح المنیر، ص 7]

اس کی تایید نبی کریم ﷺ کی اس حدیث قدسی سے بھی ہوتی ہے:

''يَدَعُ طَعَامَهُ وشَرَابَهُ مِن أَجْلِي''.

''وہ کھانے پینے کو صرف میری خاطر چھوڑ دیتا ہے''۔ [صحیح بخاری، حدیث نمبر 1894]

اس حدیث میں طعام و شراب کو کھانے پینے کی اشیاء کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اصل مسئلہ کا حکم:

اب آتے ہیں اصل مسئلہ کی طرف، یعنی معدہ میں میڈیکل دوربین کے داخل ہونے کا حکم:

اگر یہ مانا جائے کہ معدہ میں داخل ہونے والی ہر شے (چاہے وہ مغذی ہو یا نہیں) روزہ توڑ دیتی ہے تو میڈیکل دوربین بھی داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، جیسا کہ تین ائمہ (احناف کے علاوہ) کے قول سے پتہ چلتا ہے؛ البتہ احناف کے نزدیک چونکہ یہ معدہ میں مستقر نہیں ہوتا اور اس کا ایک حصہ باہر رہتا ہے، اس لیے یہ روزہ نہیں توڑے گا۔

اگر یہ مانا جائے کہ صرف مغذی اشیاء روزہ توڑتی ہیں تو

میڈیکل دوربین پیٹ میں داخل ہونے سے روزہ نہیں توٹے گا؛ کیونکہ یہ ایک جامد شے ہے اور مغذی نہیں ہے۔ یہی رائے شیخ محمد بخیت مفتی مصر اور شیخ ابن عثیمین کی ہے۔

تنبیہ:

اگر میڈیکل دوربین پر کوئی چکنی مغذی چیز لگائی گئی ہو تو یہ روزہ توڑ دے گی؛ کیونکہ یہ بذات خود مغذی ہے اور معدہ میں داخل ہوئی ہے، اس لیے اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ واللہ اعلم

تفصیل کے لئے دیکھیں:

1۔ اسلامی فقہ کونسل، جدہ کی قرارداد نمبر (93)10/1۔

2۔ اثر التداوی فی الصوم، د.حسن یشو۔

3۔ مفطرات الصيام المعاصرة، أحمد بن محمد الخليل، ص51۔57۔

روزے میں لیپروسکوپی سے آپریشن:

لیپروسکوپی: یعنی ایک طبی آلہ: جسے پیٹ کے اوپری ایک باریک حصہ سے پیٹ کے اندر ڈالا جاتا ہے۔ عموماً اس کا استعمال پت کاٹنے، یا اپینڈکس نکالنے، یا کسی مرض کی تشخیص کے لئے پیٹ سے کچھ نمونے لینے کے لئے ہوتا ہے۔ وغیرہ۔

ڈاکٹروں کے بقول اس کے استعمال پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ انسان کے معدہ تک نہیں پہونچتا۔ اس لئے اس کے پیٹ میں داخل ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اسلامی فقہ کونسل، جدہ کی قرارداد یہی ہے۔ واللہ اعلم

تفصیل کے لئے دیکھیں: اسلامی فقہ کونسل، جدہ کی قرارداد نمبر (93) 10/1۔

روزہ میں انجو پلاسٹی یا پیشاب کی نالی کی کیتھیٹرائزیشن کا حکم

انجو پلاسٹی:

یعنی اندرون جسم تصویر یا علاج کے لئے پلاسٹک کی نلی ہاتھ کی رگوں سے جسم میں داخل کرنا۔

کیتھیٹرائزیشن:

یعنی جو مریض طبیعی پیشاب نہ کر سکتے ہوں ان کیلئے پیشاب کی جگہ سے مصنوعی نلی لگانا۔

ان صورتوں میں بدن میں پائپ ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ کیونکہ یہ کھانا پینا نہیں ہے اور یہ معدہ تک بھی نہیں پہونچتا۔ اسلامی فقہ کونسل کی یہی قرارداد ہے۔ واللہ اعلم

تفصیل کے لئے دیکھیں: اسلامی فقہ کونسل، جدہ کی قرارداد نمبر (93) 10/1۔

غذائی اور غیر غذائی انجکشن:

عموماً انجکشن دو طرح کے ہوتے ہیں:

1۔ جسم کو سُن کرنے، زخم کو ٹھیک کرنے (اینٹی بائیوٹکس)، درد کو کم کرنے (پین کلرز)، موسمی بیماریوں سے بچاؤ (ویکسینیشن) یا شوگر کے مریضوں کے لئے انسولین، وغیرہ

اس طرح کے انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ کیونکہ عموماً یہ انجکشن غیر غذائی ہوتے ہیں۔ یعنی ان سے جسم کو وہ طاقت وقوت نہیں ملتی جو غذا سے ملتی ہے۔

2۔ غذائیت اور طاقت والے انجکشن:

جن مریضوں کو غذا یا طاقت کی ضرورت ہوتی ہے انہیں رگوں یا شریانوں کے ذریعہ غذائی انجکشن دئے جاتے ہیں۔ ان میں دوا کے ساتھ: پانی، نمکیات اور گلوکوز شامل ہوتا ہے۔

اس طرح کے انجکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؛ کیونکہ یہ

مغذی اور مقوی ہوتے ہیں۔ ان سے جسم کو وہی طاقت وقوت ملتی ہے جو کھانے پینے سے ملتی ہے؛ بلکہ کبھی کبھی ایسے انجکشن غذا سے بھی زیادہ طاقت والے ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم

تفصیل کے لئے دیکھیں:

1- اسلامی فقہ کونسل، جدہ کی قرارداد نمبر (93)101۔

2- سعودی عرب کی مستقل فتوی کمیٹی (اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء) کا فتوی 10/250-252 نمبر (61631-13212)

3- فتاوى ورسائل الشيخ محمد بن ابراهيم، 4/187-189۔

4- مجموع فتاوى ومقالات الشيخ ابن باز، 15/258۔

5- مجموع فتاوى الشيخ ابن عثيمين، 19/220-209۔

روزے میں تحامیل (suppositories) استعمال کرنے کا حکم:

تحامیل (سپوزٹریز): یعنی: فرج یا دبر کے راستہ جسم میں داخل کی جانے والی دوا۔

سپوزٹریز کا استعمال متعدد طبی مقاصد کیلئے کیا جاتا ہے، جیسے بواسیر کے درد کو دور کرنے، یا بخار کو کم کرنے کیلئے، وغیرہ۔

روزے دار کے لئے سپوزٹریز کے استعمال سے متعلق علماء میں اختلاف ہے:

بعض کے نزدیک اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؛ کیوں کہ اس سے بدن ٹھیک ہوتا ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ کیوں کہ اس کا شمار کھانے پینے میں نہیں ہوتا، نہ ہی یہ معدہ تک پہونچتا ہے، نہ ہی یہ غذائی مواد پر مشتمل ہوتی ہے۔ اسلامی فقہ کونسل، جدہ کی یہی قرارداد ہے۔ اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔ واللہ اعلم

تفصیل کے لئے دیکھیں:

1- اسلامی فقہ کونسل، جدہ کی قرارداد نمبر (93)10/1۔

2- مسائل فی الصیام، شیخ ابن عثیمین، ص54۔

روزہ دار کے جسم سے خون نکالنے سے روزہ پر کیا اثر پڑتا ہے؟

روزہ دار کے جسم سے خون دو صورتوں میں نکالا جاتا ہے، جانچ کے لئے یا عطیہ (ڈونیٹ) کے لئے:

1- اگر خون جانچ کے لئے نکالا جارہا ہے تو عموماً یہ تھوڑی مقدار میں نکالا جاتا ہے۔ اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا؛ کیونکہ یہ خون بہت معمولی مقدار میں ہوتا ہے۔

2- اگر روزہ دار خون کا عطیہ دے رہا ہے تو عموماً خون زیادہ مقدار میں نکالا جاتا ہے۔ اس کا حکم (حجامہ) کا ہے۔

دراصل علماء کا اختلاف حجامہ کے بارے میں ہے کہ اس روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

جمہور کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا۔

بعض اہل علم کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

بہتر یہ ہے کہ انسان اپنی عبادت کی حفاظت کرے اور روزہ کی حالت میں خون کا عطیہ نہ دے۔ البتہ اگر انتہائی ضروری حالت ہو تو خون کا عطیہ دیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم

تفصیل کے لئے دیکھیں:

مفطرات الصيام المعاصرة، أحمد بن محمد الخليل، ص94-98۔

احکام ومسائل

روزے کے چند فقہی مسائل

● شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

فرضیت روزہ:

اسلام کی عمارت اور بنیاد جن پانچ چیزوں پر قائم ہے ان میں سے ایک روزہ بھی ہے، جس کی فرضیت سن: 2/ ہجری میں ہوئی اور جس کی ادائیگی ہر عاقل، بالغ، صحت مند و مقیم مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ اس کے متعلق بہت ساری دلیلیں موجود ہیں مثلاً: ارشاد ربانی ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ﴾[البقرة:۱۸۳]

''اے ایمان والو: تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بنو''۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿شَهۡرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلۡقُرۡءَانُ هُدٗى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٖ مِّنَ ٱلۡهُدَىٰ وَٱلۡفُرۡقَانِۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ﴾[البقرة:۱۸۵]

''ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور اس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے وہ روزہ رکھے''۔

اور نبی مکرم فداہ ابی وامی نے فرمایا:

"بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ".[صحیح بخاری کتاب الایمان باب قول النبی ﷺ بنی الاسلام علی خمس ح:8، صحیح مسلم ح:16]

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اول گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا''۔

اور حدیث جبرئیل میں ہے نبی ﷺ نے اسلام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

"الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا".[صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الایمان ح:8]

''اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود

برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ،اور نماز قائم کر، زکوۃ دے، رمضان کا روزہ رکھ اور اگر بیت اللہ کے حج کرنے کی طاقت ہو تو حج کر''۔

روزہ کی فرضیت کے متعلق حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں:

''كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصُومُهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ الْفَرِيضَةَ، وَتُرِكَ عَاشُورَاءُ، فَكَانَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَصُمْهُ''.[صحیح بخاری کتاب التفسیر باب یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام ح:4504، *777-+]

''زمانہ جاہلیت میں قریش عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی روزہ رکھتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ نے بذات خود روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا، جب رمضان کے روزہ کی فرضیت ہوئی تو عاشوراء کا روزہ (اس کا اہتمام) ترک کر دیا اور یہ ہوا کہ جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے''۔

یہ اور اس طرح کی بہت سی احادیث ہیں جو رمضان کے روزے کی فرضیت پر دلالت کرتی ہیں۔ روزہ کے بھی بہت سارے فقہی مسائل ہیں، جن کا جاننا ہر مسلمان کے لئے نہایت ہی ضروری ہے، زیر نظر مضمون میں چند اہم مسائل پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

1-نیت روزہ:

روزہ کی تکمیل کیلئے سب سے پہلی چیز نیت ہے، دیگر شرعی امور کی طرح روزہ کیلئے بھی دل سے نیت کرنا لازم وضروری ہے ، کیونکہ عملوں کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔ ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

"إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ".''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔[صحیح بخاری باب کیف کان الوحی ح:1،2]

اور نیت رات ہی میں فجر سے قبل کرنا ضروری ہے ورنہ روزہ صحیح نہ ہوگا فرمان نبوی ہے:

"مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ". ''جس شخص نے فجر سے پہلے روزہ کی نیت نہیں کیا تو اس کا روزہ صحیح نہ ہوگا''۔[سنن ابی داؤد ح:2454،سنن نسائی ح:2333، سنن ترمذی ح:730]

علامہ شوکانی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

"فيه دليل على وجوب تبييت النية وايقاعها في جزء من أجزاء الليل".[نیل الاوطار 270/4،کتاب الصیام باب وجوب النیۃ، دارالجیل]

''اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ فرض روزہ کے لئے رات ہی کو روزہ کی نیت کرلینی واجب ہے''۔

مگر یہ حکم صرف فرض روزہ کے لئے ہے، نفل روزہ کے لئے فجر سے پہلے نیت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ زوال شمس سے پہلے بھی اگر کوئی شخص نفل روزہ کی نیت کرلے تو وہ روزہ درست ہوگا اسوۂ نبوی سے یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ: "يَا عَائِشَةُ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ ؟". قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ. قَالَ: "فَإِنِّي صَائِمٌ". قَالَتْ: فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَأُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ، أَوْ جَاءَنَا زَوْرٌ، قَالَتْ: فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ، أَوْ جَاءَنَا زَوْرٌ، وَقَدْ خَبَأْتُ لَكَ شَيْئًا، قَالَ: "مَا هُوَ؟". قُلْتُ: حَيْسٌ. قَالَ: "هَاتِيهِ". فَجِئْتُ بِهِ، فَأَكَلَ، ثُمَّ قَالَ: "قَدْ كُنْتُ أَصْبَحْتُ صَائِمًا".[صحیح مسلم ح:1154]

''ایک دن اللہ کے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا اے عائشہ رضی اللہ عنہا کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ میں نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: تب میں روزے سے ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوسرے وقت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکل کر چلے گئے تو ہمارے پاس ہدیہ لایا گیا، جب آپ لوٹ کر آئے تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس ہدیہ آیا ہے، اور میں آپ کے لئے چھپا کر رکھی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: مالیدہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا لاؤ میں لے کر آئی تو آپ نے کھایا اور کہا میں نے روزہ کی حالت میں صبح کیا تھا۔

برسبیلِ تذکرہ یہ بھی یاد رہے کہ نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں، احادیث میں زبان سے نیت کرنا اور نیت کی دعا پڑھنا ثابت نہیں ہے، اور تمام ائمہ نے بھی اسے بدعت کہا ہے، لہذا اس سے پرہیز کرنا لازم ہے۔

اسلام ایک فطری دین ہے جس نے ہر حال میں انسانی مدارج کا پاس ولحاظ رکھا ہے، وہ اپنے ماننے والوں کو صرف اتنی چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے جن کی وہ طاقت رکھتے ہیں، وہ طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾[البقرۃ:۲۸۶]

''اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا''۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ جیسی اہم عبادت میں بھی انسانی حالات وضروریات کا پاس ولحاظ رکھا گیا ہے، چنانچہ جو لوگ روزہ کی ادائیگی کی استطاعت نہیں رکھتے انہیں رخصت دی گئی ہے۔

2-مریض:

اگر کوئی ایسا مریض ہے کہ روزہ رکھنے سے مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہے تو اس کے لئے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، لیکن بعد میں اس پر اس کی قضاء لازم وضروری ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾[البقرۃ:۱۸۴]

''اور تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اسے چاہئے کہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے''۔

لیکن انسان اگر دائم المریض ہے یا بے حد کمزور بوڑھا یا بوڑھی ہے اور ان کے لئے روزہ رکھنا مشقت میں پڑنے کا باعث ہے اور آئندہ روزہ قضا کرنے کی توقع بھی نہیں ہے ایسے لوگ اگر مسکین کو کھانا کھلانے کی طاقت رکھتے ہوں تو ان پر ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا واجب ہے۔ صحابہ کی ایک جماعت جن

میں حضرت ابن عباس بھی شامل ہیں ان کا یہی فتویٰ ہے۔[بخاری کتاب التفسیر، باب قولہ ایامامعدودات]

کھانا کھلانے کی مقدار فقہاء نے ایک مد مقرر کی ہے، جس کی مقدار آج کے لحاظ سے عام طور پر ڈیڑھ کلو چاول ہے، اگر اپنے کھانے میں سے فقیر کو سیر حاصل کھانا کھلائیں اور اس کے قبضہ میں کچھ نہ دیں تو یہ بھی کافی ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بوڑھے شخص کے لئے "**اطعام مسکین**" کا حکم دیا ہے جو کہ مطلق ہے اس میں تملیک (قبضہ دینا) کی قید نہیں ہے اس سے مسکین کو صرف کھانا کھلانے کا جواز ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ علامہ ابن قیم اور ابن تیمیہ رحمہما اللہ کی تحقیق بتلا رہی ہے۔[مجموعہ رسائل ص:453]

3۔مسافر:

مسافر کو سفر کی حالت میں روزہ چھوڑنے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن بعد میں اس پر بھی قضا لازم ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾[البقرة:۱۸۴]

''اور تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اسے چاہئے کہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے''۔

حالتِ سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار ہے، اس پر بہت ساری حدیثیں دال ہیں مثلاً: حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ حضرت حمزہ ابن عمرو اسلمی نے سفر کے روزہ کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے جواب دیتے ہوئے کہا:

"إِنْ شِئْتَ فَصُمْ، وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ".[صحیح مسلم، کتاب الصیام بَابٌ: **التَّخْيِيرُ فِي الصَّوْمِ وَالْفِطْرِ فِي السَّفَرِ** ح:1121]

''اگر چاہو تو روزہ رکھو اور چاہو تو نہ رکھو''۔

لیکن نہ رکھنا افضل ہے، کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے ایک رخصت ہے اور رخصت کو قبول کرنا زیادہ بہتر اور عمدہ ہے، چنانچہ حمزہ بن عمرو اسلمی سے روایت ہے انہوں نے نبی ﷺ سے کہا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَجِدُ بِي قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "هِيَ رُخْصَةٌ مِنَ اللَّهِ، فَمَنْ أَخَذَ بِهَا: فَحَسَنٌ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُومَ، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ".

''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں تو کیا کوئی حرج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کی جانب سے ایک رخصت ہے تو جس نے اس رخصت کو اختیار کیا بہتر کیا، لیکن اگر کسی نے روزہ رکھنا پسند کیا تو کوئی حرج نہیں ہے''۔

اگر دوران سفر گرمی سخت اور شدید ہو، اور روزہ رکھنا مشقت کا سبب بن رہا ہو تو ایسی صورت میں روزہ توڑ دینا لازم ہو جاتا ہے، اور روزہ رکھنا منع ہو جاتا ہے۔اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

"لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تَصُومُوا فِي السَّفَرِ".[صحیح مسلم کتاب الصیام ح:1115]

''دوران سفر روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں ہے''۔

ایک اور جگہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يُحِبُّ أَنْ تُؤْتٰی رُخْصُهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ تُؤْتٰی مَعْصِيَتُهُ".[صحیح الجامع الصغیر،ح:1886]

''بے شک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کی (دی ہوئی) رخصتوں پر عمل کیا جائے جیسے اپنی نافرمانی کو ناپسند فرماتا ہے''۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يُحِبُّ أَنْ تُؤْتٰی رُخْصَهُ، كَمَا يُحِبُّ أَنْ تُؤْتٰی عَزَائِمُهُ".[صحیح الجامع الصغیر،رقم:1885]

''یقیناً اللہ پسند کرتا ہے کہ اس کی رخصتوں پر عمل کیا جائے جیسے اپنے فروض پر عمل کرنا پسند فرماتا ہے''۔

مذکورہ نصوص کے پیشِ نظر گاڑیوں، اونٹوں اور کشتیوں کے سفر اور جہاز کے سفر میں کوئی فرق نہیں ہے، ہر ایک سے سفر کرنے والے کو مسافر کہا جاتا ہے اس لئے سب کو ایک ہی حکم ہے کہ وہ شریعت کی عطا کی ہوئی رخصت کو استعمال کریں گے۔[تحفہ ارکان اسلام ص:....]

4-حیض ونفاس والی عورت:

حیض ونفاس والی عورتوں کو ایام حیض ونفاس میں روزہ توڑنا ضروری ہے، اس حالت میں ان کے لئے روزہ، نماز جائز نہیں ہے اور نہ ایسی حالت میں ان کے لئے نماز وروزہ صحیح ہے۔ جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟ فَذَلِكَ نُقْصَانُ دِينِهَا". [صحیح بخاری کتاب الصوم بَابُ الْحَائِضِ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلاَةَ ح:1951]

البتہ جتنے روزے چھوڑے گی اس کے ذمہ اس کی قضا ضروری ہے، لیکن صرف روزوں کی قضا کرے گی نماز کی نہیں۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا حائضہ عورت نماز اور روزہ دونوں کی قضا کرے گی؟ تو انہوں نے فرمایا:

"كَانَ يُصِيبُنَا ذَلِكَ، فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ، وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ "''ہمیں روزہ قضا کرنے کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز قضا کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا''۔[صحیح مسلم کتاب الحیض، باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلاۃ ح:335]

5-حاملہ ومرضعہ:

اگر حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی عورت) کے لئے روزہ سخت پریشانی کا باعث ہو اور روزہ رکھنے سے خود اسے یا اس کے بچے کو یا دونوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ان کے لئے روزہ توڑ دینا جائز ہے، حضرت انس بن مالک کعبی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَضَعَ لِلْمُسَافِرِ الصَّوْمَ، وَشَطْرَ الصَّلَاةِ، وَعَنِ الْحُبْلَى وَالْمُرْضِعِ".''اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ و آدھی نماز اور حاملہ و دودھ پلانے والی عورت سے روزہ کی تخفیف کردی ہے''۔[سنن نسائی کتاب الصیام ، باب وضع الصیام عن الحبلی والمرضع، ح:2315]

لیکن بعد میں جب روزہ رکھنے کے لائق ہوں تو مریض کی طرح انہیں بھی اپنے روزوں کی قضاء کرنی ہے۔[صحیح بخاری کتاب التفسیر، باب قولہ ایام معدودات]۔بعض اہل علم کا قول ہے کہ وہ ہر روزہ کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دے قضاء ضروری نہیں ہے لیکن یہ بات مرجوح وغیر معتبر ہے۔[تحفہ ارکان اسلام ص: مجموع

الفتاوی لابن باز رحمہ اللہ]

رہی بات یہ کہ روزوں کی قضاء کب کی جائے تو اس سلسلہ میں راجح ومختار مسئلہ یہ ہے کہ رمضان کے مکمل ہونے کے بعد سال بھر میں جب بھی موقع میسر ہوتو فوراً چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کر لی جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پچھلے رمضان کے چھوٹے ہوئے روزے شعبان میں (گیارہ ماہ بعد) پورے کرتی تھیں۔[صحیح مسلم کتاب الصیام باب جواز تاخیر قضاء رمضان مالم یجی رمضان آخر:1146]

لیکن جلدی ادا کرنا بہتر ہے کیونکہ انسانی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں کہ کب اس کی روح نکل جائے۔

اگر کوئی شخص بیمار رہا اس پر رمضان کا مہینہ گزر گیا اور وہ روزہ نہیں رکھ سکا اور اسی حالت میں رمضان کے بعد وفات ہوگئی تو اس کی طرف سے نہ قضاء ہے اور نہ مسکین کو کھانا کھلانا۔ اس لئے کہ شریعت کی نظر میں وہ معذور ہے، اور اسی طرح اگر مسافر سفر سے لوٹنے کے فوراً بعد وفات پا جائے تو اس کی طرف سے نہ قضا ہے اور نہ مسکین کو کھانا کھلانا، اس لئے کہ وہ بھی شرعا معذور ہے۔ لیکن اگر مریض اپنی بیماری سے شفا پا گیا اور مسافر سفر سے واپس آ گیا پھر دونوں نے قضاء کی ادائیگی میں سستی کی اور اسی حالت میں وفات ہوگئی تو ان کے اولیا یعنی قریبی رشتہ داروں کو چاہئے کہ میت کی طرف سے قضاء کریں کیونکہ فرمان نبوی ہے:

"مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ؛ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ".[صحیح مسلم کتاب الصیام ،بَابٌ : قَضَاءُ الصِّيَامِ عَنِ الْمَيِّتِ، حدیث: 1147]

''اگر کوئی شخص مرجائے اور اس پر روزے باقی ہوں تو اس کا ولی (وارث) اس کی طرف سے ان روزوں کو پورا کرے''۔

اور اگر ان کا کوئی ولی روزہ کی قضاء کرنے کیلئے راضی نہ ہو تو میت کے ترکے میں سے ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائیگا، اس کی مقدار آدھا صاع ہے جو تقریبا ڈیڑھ کلو ہوتا ہے۔

بعینہ یہی حکم حیض ونفاس والی عورتوں کا بھی ہے جو اپنی سستی کی وجہ سے فوت شدہ روزوں کی قضاء نہ کرسکیں اور وفات پا جائیں اور مرنے کے بعد میں ان کا کوئی ولی نہ ہو جو ان کی طرف سے روزہ رکھ سکے تو ان کے ترکہ میں سے ہر دن کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا اور مذکورہ اشخاص میں سے اگر کسی نے کوئی بھی ترکہ نہیں چھوڑا کہ جس سے مسکینوں کو کھلایا جاسکے تو اس کے ذمہ کچھ نہیں اسلئے کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾[البقرۃ:۲۸۶]

'' اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا''۔

نیز فرمایا:

﴿فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ مَا ٱسْتَطَعْتُمْ﴾[تغابن:۱۶]

''تم اللہ سے ڈرتے رہو جتنی تمہیں طاقت ہو''۔[تحفہ ارکان اسلام، مجموعہ فتاوی ابن باز]

اللہ تعالیٰ ہمیں مذکورہ احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں دین الٰہی کا شیدائی بنائے۔ آمین

۞ ۞ ۞

فقہ وفتاویٰ

مدارس کے طلباء کو زکاۃ دینے کا حکم اور اہل علم کے فتاوے

● شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی (مدیر مجلہ الجماعۃ، ممبئی)

سوال: کیا مدارس اسلامیہ میں علم دین اور علم کتاب وسنت حاصل کرنے والے طلبہ کو زکوۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں قرآن وحدیث کے دلائل اور اس کی توضیحات میں معتبر اہل علم کے اقوال کیا ہیں وضاحت فرمائیں؟

جواب: مدارس اسلامیہ میں تعلیم حاصل کرنے والے اور علم دین کے لیے اپنے آپ کو متفرغ اور خاص کرنے والے طلبہ زکوۃ کے مستحق ہیں یا نہیں ہیں اس سلسلے میں اہل علم کی متعدد آراء ہیں جن پر قدیم زمانے سے بحث اور دراسہ جاری اور ساری ہے۔ بعض اہل علم نے فقراء اور مساکین کے مصارف زکوۃ میں ہونے کی وجہ سے غریب اور نادار طلبہ پر زکوۃ خرچ کرنے اور اس کے دینے کو جائز قرار دیا ہے اور بعض دیگر اہل علم نے اس میں گنجائش اور توسع پیدا کرتے ہوئے دینی علوم حاصل کرنے والے اور اس کے لیے متفرغ ہونے والے تمام طلباء کے لیے بلاتفریق امیر وغریب زکوۃ کی رقم خرچ کرنے کو درست قرار دیا ہے۔ اور بعض اہل علم نے فقراء اور مساکین کے ساتھ فی سبیل اللہ کے مصرف میں جہاد کے ساتھ ساتھ ان طلبہ اور ان مدارس کو بھی شامل کیا ہے جو دین اور اس کی تعلیم اور توحید وسنت کی نشر اشاعت کے لیے مسلمانوں کے نونہالوں کو علم شریعت سے بہرہ ور کرتے ہیں۔ قدیم اور جدید زمانے سے لے کر اب تک اس بابت بہت سارے اختلافات ہوئے، بہت ساری بحثیں ہوئیں اور بہت سارے اہل علم نے اس پر لکھا جو اس بابت تحریر کردہ کتابوں میں یا اسی طریقے سے کتب تفسیر، کتب فقہ اور کتب فتاوی وغیرہ میں موجود ہیں۔ فی زمانناکئی برسوں سے ہمارے یہاں بھی یہ بحث چل رہی ہے کہ فی سبیل اللہ میں جہاد کے علاوہ طلب علم یا دینی علوم حاصل کرنے والے ضرورت مند طلبہ داخل ہیں یا نہیں داخل ہیں تو اس سلسلے میں علماء کی آراء ذکر کرنے سے پہلے چند باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

* زکوۃ کے جو مصارف ہیں وہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں اس میں کسی قسم کی تبدیلی، تحریف یا ردوبدل جائز اور درست نہیں۔

* مصارف زکوۃ کی جو تفصیلات ہیں ان تفصیلات میں اہل علم کے اقوال اور ان کے آراء کی طرف توجہ دینا بھی بے حد ضروری ہے۔

* اس بابت عمومی فتوی دینے سے پہلے فقہ الاقلیات اور ان ممالک کے حالات اور ظروف پر بھی دھیان دینا ضروری ہے جو غیر اسلامی ممالک ہیں اور جن کو ان کے ملکوں میں حکومتی یا قومی سطح پر کوئی تعاون دستیاب نہیں۔

* مدارس اسلامیہ فی نفسہ زکوۃ کے مستحق نہیں ہے بلکہ یہ ان طلبہ کی آماجگاہ ہیں جن کی اکثریت فقراء اور مساکین کی ہوتی ہے اور جو کم وبیش چھ سے آٹھ سالوں تک علم دین اور شرعی علوم کی تحصیل کے لیے اپنے آپ کو متفرغ اور خاص رکھتے ہیں اس لیے فتوی دینے سے پہلے خاص طور پر غیر اسلامی ممالک اور اسی

طریقے سے مدارس کے بجائے طلبہ کے حالات اور علم دین کی ضرورت اور ان غیر اسلامی ممالک میں دعوت توحید وسنت کی اہمیت وضرورت پر بھی ہماری اور آپ کی توجہ ہونی چاہیے۔

ذیل کی بحث میں ہم صرف اس بابت بعض اہل علم کی آراء ذکر کریں گے کہ فی سبیل اللہ کے مصرف میں جہاد کے علاوہ علم شریعت اور علم دین حاصل کرنے والے طلبہ داخل ہیں یا ان کو داخل کرنے کی کچھ گنجائش ہے یا پھر سرے سے اس مصرف کو جہاد کے لیے مختص رکھا جائے گا اور اس میں کسی کو داخل نہیں کیا جائے گا؟

فی سبیل اللہ مصرف کے تعلق سے عالم اسلام کے معروف فقیہ علامہ ابن العثیمین رحمہ اللہ کی ایک وضاحت۔

میرے سامنے میرے ٹیبل پر ایک کتاب ہے جس کا نام ''فقہ العبادات'' ہے جس میں علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ کے عبادات (یعنی نماز روزہ زکوۃ اور حج وغیرہ) کے تعلق سے فتاوے اور تحقیقات کا ذکر ہے اس میں صفحہ نمبر 205 پر مصارف الزکوۃ کی ایک لمبی بحث ہے اس بحث میں مصارف زکوۃ کے ہر ایک مصرف پر شیخ نے گفتگو کی ہے اور فی سبیل اللہ پر بھی گفتگو کی ہے جس میں آپ نے سب سے پہلے فی سبیل اللہ کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ اس سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس میں خیر اور بھلائی کے تمام راستوں کو شامل کرنا درست نہیں کیونکہ اگر ان تمام چیزوں کو داخل کیا جائے گا تو آیت کریمہ میں حصر کا کوئی فائدہ ہمیں حاصل نہیں ہوگا۔اس کے بعد شیخ رحمہ اللہ نے جہاد کی نوعیت اور مجاہدین کی ضرورت اور ان کے کوائف وغیرہ کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے بعدہ شیخ رحمہ اللہ بعض اہل علم کے حوالے سے لکھتے ہیں جس کا متن مع ترجمہ ذیل میں پیش خدمت ہے۔لکھتے ہیں:

قال اہل العلم:

''ومن سبيل الله: الرجل يتفرغ لطلب العلم الشرعي فيؤتى من الزكاه ما يحتاج اليه من نفقة، من كسوة وطعام وشراب ومسكن وكتب علميه احتاجها لان العلم الشرعي نوع من الجهاد في سبيل الله بل قال الامام احمد رحمه الله:(العلم لا يعدله شيء لمن صحت نيته) فالعلم هو اصل الشرع كله ولا شرع الا بعلم.و الله سبحانه وتعالى انزل الكتاب ليقوم الناس بالقسط ويتعلموا احكام شريعته وما يلزم من عقيده وقول وفعل اما الجهاد في سبيل الله فنعم هو من اشرف الاعمال بل هو ذروه سنام الاسلام ولا شك في فضله لكن العلم له شان كبير في الاسلام فدخوله في الجهاد في سبيل الله دخول واضح لا اشكال فيه، فاذا جاءنا رجل اهل للعلم وقال: انا ان ذهبت اكتسب لنفسي واهلي لم اتمكن من طلب العلم وان تفرغت لطلب العلم فاني احصل فيه ولكن لا اجد ما يدفع حاجتي فاننا نقول له تفرغ لطلب العلم ونعطيه ما يدفع به حاجته من الزكاه''. (فقہ العبادات:211)

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ فی سبیل اللہ کے مصرف میں وہ آدمی بھی داخل ہے جو علم شریعت کے حصول کے لیے اپنے آپ کو متفرغ اور خاص کرتا ہے چنانچہ ایسے شخص کو زکوۃ کے مال میں سے ضرورت بھر دیا جا سکتا ہے جو اس کے لباس کھانے پینے ٹھہرنے اور ضروری کتابوں کی خریداری کے لیے کافی ہو کیونکہ علم شرعی کا حصول بھی ایک قسم کا جہاد ہے بلکہ امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ نے

یہاں تک فرمایا ہے کہ (اگر نیت صحیح ہو تو علم کے برابر کوئی اور چیز نہیں) چنانچہ علم ہی شریعت کی اصل ہے اور بغیر علم کے کوئی شریعت نہیں اور اللہ سبحانہ وتعالی نے قرآن مجید کو نازل کیا ہے تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ اسے لے کر کھڑے ہو جائیں اور اس کے احکام کو سیکھیں اور ان تمام چیزوں کو جانیں جو قولی اور عملی طور پر عقیدے میں ضروری ہے۔ رہی بات جہاد فی سبیل اللہ کی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اشرف الاعمال میں سے ہے بلکہ اسلام کے کوہان کی بلند چوٹی ہے اور اس کی فضیلت میں کوئی شک وشبہ نہیں لیکن علم کی شان بھی اسلام میں کچھ کم نہیں چنانچہ اس کا جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہونا بالکل واضح ہے اس میں کوئی اشکال نہیں اس لیے اگر کوئی آدمی جو علم کا اہل ہو ہمارے پاس آئے اور یہ سوال کرے کہ اگر میں اپنے اور بیوی بچوں کے لیے کمانے کی خاطر جاؤں گا تو علم حاصل نہیں کر سکتا اور اگر میں علم کے لیے فارغ ہو گیا تو میں اسے حاصل کر سکتا ہوں لیکن میری ضروریات پوری نہیں ہو سکتی چنانچہ اس بابت ہمارا اسے یہ جواب ہوگا کہ حصول علم کے لیے فارغ ہو جاؤ اور ہم تمہیں زکوۃ میں سے اتنا مال دیں گے جس سے تمہاری ضرورت پوری ہو جائے۔ انتہی

-دائمی افتاء کمیٹی سعودی عربیہ کا فتوی:

سعودی دائمی فتوی کمیٹی سے جب اس متعلق سوال کیا گیا تو کمیٹی نے جواب دیا کہ جو طلبہ زکات کے حاجتمند ہوں انہیں دینا جائز ہے۔ (فتاوی اللجنة الدائمة: 10/ 17)

-شارح صحیح مسلم امام نووی رحمہ اللہ کا قول:

امام نووی فرماتے ہیں: اگر کسی کے پاس کما کر کھانے کی قدرت ہو لیکن وہ علم شرعی کے حصول میں مشغول ہو، اور اگر وہ کمانے میں لگ جائے حصول علم کا راستہ بند ہو جائے گا تو ایسی صورت میں اس کیلئے زکاۃ لینا جائز ہے، کیوں کہ علم شرعی کا حصول فرض کفایہ ہے۔ (المجموع: 190/ 6)

-علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ایک بہترین جواب:

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کے پاس اتنا مال نہیں کہ وہ دینی کتابیں خرید کر علم حاصل کر سکے، تو ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ ان کتابوں کا محتاج ہے جن میں دینی ودنیوی منفعت پوشیدہ ہو تو جتنی کتابوں کی اسے ضرورت ہے اس قدر زکات لے سکتا ہے۔ (المستدرک علی مجموع الفتاوی: 163/ 3)

شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ کا ایک اہم فتوی:

مدارس کے طلبہ، اساتذہ اور مدرسین کے لیے مال زکوۃ میں سے خرچ کرنے کے تعلق سے ایک سوال کے جواب میں شیخ الحدیث رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ:

مدرسے کا بالغ طالب علم اگر مالک نصاب زکوی کا ہے تو وہ شرعاً غنی ہے اس پر زکوۃ وفطرے کی رقم صرف کرنی درست نہیں اور اگر وہ مالک نصاب نہیں ہے تو فقراء ومساکین میں داخل ہے زکوۃ وفطرے کی رقم اس پر صرف کی جا سکتی ہے اگر چہ اس کا باپ غنی ہو باپ کے غنی ہونے سے اس کے بالغ لڑکے پر غنی ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ فقراء ومساکین طلبہ کے اساتذہ اور مدرسین کو مدرسے کے فنڈ سے جس میں زکوۃ وفطرہ وچرم قربانی وغیرہ کی رقم جمع ہوتی ہے اپنی تنخواہ لینا جائز ہے وہ اپنے کام اور وقت کا معاوضہ لیتے ہیں زکوۃ وغیرہ کا مصرف اور مستحق ہونے کی حیثیت سے نہیں لیتے۔ زکوۃ وفطرہ چرم قربانی اپنے مصرف طلباء میں پہنچ چکی ہے ان کی تعلیم کے مصارف اور معلم کی تنخواہ بھی ان طلبہ کی ضروریات میں شامل و داخل ہے۔ (فتاوی شیخ الحدیث جلد دوم/350)

''مصرف فی سبیل اللہ'' پر ڈاکٹریٹ (پی ایچ ڈی) کے لئے لکھی گئی کتاب سے ایک جامع بحث کا خلاصہ:

ڈاکٹر عبداللہ بن منصور الغفیلی کی کتاب ''نوازل الزکاۃ'' جو کہ ڈاکٹریٹ کا رسالہ ہے جسے جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض میں پیش کیا گیا تھا اور ممتاز بمرتبۃ الشرف کا اسے تمغہ ملا تھا، اس میں موصوف محقق نے مصارف زکوۃ کے سلسلے میں بہت ہی تفصیلی اور دلچسپ بحث کی ہے اور فقہاء کے اقوال، وجہ اختلاف، دلائل اور مالہ وماعلیہ کو بسط وتفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ فی سبیل اللہ کے سلسلے میں بھی موصوف نے بہت لمبی اور تفصیلی گفتگو کی ہے جس کا خلاصہ یہاں پیش خدمت ہے۔

موصوف نے فی سبیل اللہ کے معنی کی تعیین میں اہل علم کے پانچ اقوال کا تذکرہ کیا ہے۔

1-اس سے مراد غزوہ ہے

2-اس سے مراد غزوہ ہے اور اسمیں حج اور عمرہ بھی شامل ہے۔

3-اس سے مراد تمام نیکی اور اطاعت کے کام ہیں۔

4-اس سے مراد مصالح عامہ کی چیزیں ہیں۔

5-اس سے مراد جہاد ہے جو اپنے عمومی معنی میں ہے اور اس میں جہاد بالسیف کے ساتھ جہاد بالید واللسان سب شامل ہیں چنانچہ یہ قتال کے ساتھ دعوت الی اللہ کو بھی شامل ہوگا۔

اس کے بعد موصوف نے ہر ایک کے دلائل ذکر کیے ہیں اور سب کا مناقشہ کیا ہے اور ہر ایک پر وارد اعتراضات کا جواب اور جواب الجواب ذکر کیا ہے۔ ان تمام چیزوں کو تحریر کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ:

پانچواں قول میرے نزدیک راجح ہے اور وہ یہ ہے کہ فی سبیل اللہ کے معنی کو جہاد کے لیے خاص کیا جائے اور جہاد کا مفہوم اپنے وسیع معنی میں ہوتا کہ اس میں ہر وہ چیز شامل ہو جائے جس سے دین کی مدد اور نصرت ممکن ہو سکے۔

اور اس کے راجح ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس کے دلائل قوی ہیں اور ان کو مزید پختگی حاصل ہوتی ہے اس بات سے کہ:

1-فی سبیل اللہ کا اکثر وبیشتر استعمال جہاد کے لیے ہوا ہے جو فی سبیل اللہ کے دوسرے مفہوم کے مقابلے میں زیادہ قریب المعنی ہے اور فی سبیل اللہ کا لفظ قرآن مجید میں 50 بار وارد ہوا ہے جس میں 38 بار جہاد وقتال کے ساتھ اور 8 بار انفاق کے ساتھ (جس میں 7 بار انفاق مع القتال اور ایک بار آیت صدقہ میں) اور 4 بار ہجرت کے ساتھ تو اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اکثر مقامات پر اس سے مراد جہاد ہے۔

2-فی سبیل اللہ سے مراد عام طور پر علمائے سلف اور جمہور فقہاء کے یہاں جہاد ہی ہے۔

3-قرآن مجید کی تمام ''فی سبیل اللہ'' والی آیات جس میں جہاد بالنفس کا ذکر ہے اس میں جہاد بالمال کا بھی ذکر ہے جس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم غزوے سے زیادہ وسیع ہے یعنی اس میں جہاد بالنفس کے علاوہ جہاد بالمال وغیرہ بھی شامل ہے۔

4-غزوے سے مقصود بھی دین کی نصرت اور کفار وظالمین پر غلبہ پانا ہے اور یہ کام جہاد بالمال اور جہاد باللسان کی شکل میں حق کی تبلیغ ودعوت اور باطل کی تردید کے ذریعے ممکن ہے۔

اور خاص طور پر عصر حاضر جس میں میڈیا کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا کر کے ذہنوں کو تبدیل کیا جارہا ہے اس صورت میں جہاد کو اس کے عام معنی میں لینا زیادہ مناسب ہے۔

5-یہ قول راجح ہے کیونکہ اسی سے مصارف زکوۃ کی آیت میں وارد حصر اور فی سبیل اللہ کے عمومی معنی میں وارد آیات میں تطبیق ممکن ہے۔

اوراس کے بعد شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ اس پانچویں قول کی تائید مکہ مکرمہ میں منعقد مجمع الفقہ الاسلامی کے اس قرارداد سے بھی ہوتی ہے جسے ہم آگے ذکر کررہے ہیں۔

(دیکھیے: رسالہ نوازل الزکوۃ/د۔عبداللہ بن منصور الغفیلی ص:429-443 دار المیمان للنشر والتوزیع)

اسلامک فقہ اکیڈمی رابطہ عالم اسلامی کی ایک حسین قرارداد:

فقہ اکیڈمی رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی ایک بین الاقوامی میٹنگ میں بحث اور مباحثے کے بعد عالم اسلام کے معروف علماء کی موجودگی میں (بعض علماء کے اختلاف رائے کے باوجود) اکثریت کی رائے سے یہ فیصلہ کیا گیا جو فقہ اکیڈمی کے دستاویز (قرارداد 8/4:38) میں درج ہے: جسکا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

مجلس کے نزدیک بحث ومباحثے کے بعد یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مذکورہ مسئلے میں علماء کے مابین اختلاف ہے اور اس میں علماء کے دواقوال ہیں:

نمبرایک:

فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد ہے اور یہ اس کے لیے خاص ہے جیسا کہ جمہور علماء کی رائے ہے چنانچہ اس بنیاد پر اسے صرف ان مجاہدین پر خرچ کیا جائے گا جو اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے ہیں۔

نمبردو:

دوسرا قول یہ ہے کہ فی سبیل اللہ یہ مجاہدین کے لیے خاص نہیں بلکہ یہ عام ہے اور اس میں تمام چیزیں اور خیر کے تمام راستے داخل وشامل ہیں جس سے دین کو فائدہ پہنچتا ہے یہ قول بعض متقدمین علماء کا ہے اور متاخرین میں سے اکثریت نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے مجلس نے مذکورہ دونوں اقوال کا مناقشہ اوران کے دلائل پر بحث ومباحثہ کرنے کے بعد اکثریت کی رائے سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کی اہل علم کے دوسرے قول کے پیش نظر اور یہ کی فی سبیل اللہ کا اطلاق عام ہے اسے حج وغیرہ پر بھی بولا گیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے اور یہ کہ جہاد بالسلاح کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے اور یہ دعوت کے ذریعے بھی پورا ہوتا ہے تو دونوں جہاد میں داخل ہوں گے جیسا کہ بعض احادیث میں ہے اور یہ کہ اسلام کے خلاف دنیا میں ایک جنگ برپا ہے چاروں طرف سے فکری یلغار ہے اس لیے اس کا جواب اسی طرح سے دینا ضروری ہے اوراس وجہ سے کہ اسلامی ممالک میں دعوت کے لیے کوئی خاص سرکاری بجٹ نہیں اور نہ ہی کوئی رسمی تعاون ہے تو مجلس اکثریت کی رائے سے اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ دعوت الی اللہ اور اس پر معاون امور واعمال فی سبیل اللہ میں داخل ہیں۔(انتھی ملخصا)

مجلس کے اس قرارداد پر اگر چہ بعض اہل علم نے اختلاف بھی درج کیا لیکن فقہ اکیڈمی نے اکثریت کی رائے کو قبول کرتے ہوئے یہ تجویز اور قرارداد رکھی کہ دعوت اوراس کی مصلحتوں کے پیش نظر موجودہ حالات میں فی سبیل اللہ کو خاص نہ رکھا جائے بلکہ اسے عام رکھا جائے تا کہ دعوت وغیرہ کے مسائل اور معاملات بھی اس میں داخل اور شامل ہوں اس لیے اہل علم سے گزارش ہے کہ مجمع فقہ اسلامی کی اس قرارداد کو بھی اس طرح کے مسائل میں فتوی دینے سے پہلے پیش نگاہ رکھیں اور دونوں پہلوؤں پر بحث اور مباحثہ کرتے ہوئے گنجائش کے عمل کو جو اہل علم نے بحث ومباحثے کے بعد اور دلائل کے مناقشے کے بعد رکھی ہے اس کو دین کی نشرواشاعت اور تعلیم اور تعلیمی اداروں کی مصلحت کے پیش نظر گنجائش کے طور پر باقی رکھا جائے تو یہ میرے نزدیک زیادہ بہتر اور مناسب ہوگا۔ ھذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب۔

آئینۂ جمعیت و جماعت

جمعیت کی دعوتی وتعلیمی سرگرمیاں

ادارہ

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اور جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ کے زیر اہتمام بتاریخ 5رجنوری بروز اتوار بمقام جھولا میدان بائیکلہ ممبئی بعد نماز عصر عظیم الشان ''صراط مستقیم کانفرنس'' زیرصدارت فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) منعقد ہوئی اور 10ربجے شب اختتام پذیر ہوئی۔

کانفرنس کا یہ موضوع (صراط مستقیم) سورۂ فاتحہ کی آیت کریمہ ''اھدنا الصراط المستقیم'' سے ماخوذ تھا، یعنی اے اللہ مجھے سیدھے راستے کی ہدایت فرما۔

کانفرنس کے ذیلی موضوعات اس مرکزی عنوان کے گرد گھوم رہے تھے، عنوانات انتہائی گرانقدر اور بصیرت پر مبنی تھے، مقصد اس عظیم شاہراہ کی نشاندہی اور کتاب وسنت کی روشنی میں اس کے اصول وضوابط کو مبرہن کرنا تھا۔ خطباء نے دلائل و براہین کی روشنی میں اپنے اپنے موضوع کے حوالے سے وقیع معلومات اور گرانقدر نصائح ارشاد فرمائیں جن کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں:

توحید ''صراط مستقیم'' کی اساس ہے، یہ شریعت کا مہتم بالشان مسئلہ ہے جس کی صحت وپختگی زندگی میں خیر وبرکت کی بہار لاتی ہے، یہ کامیابیوں وکامرانیوں کی شاہ کلید ہے۔ امت انتشار اور افتراق کے بدترین دور سے گذر رہی ہے، باہمی اختلافات روز افزوں ہیں، نفرت کی خلیج بڑھتی اور وسیع ہوتی جارہی ہے، اس کی وجہ اس حقیقی راہ سے اعراض وبرگشتگی ہے جس پر امت مسلمہ کا اولین قافلہ چلا تھا، ہمارے سلف کا غیر معمولی اتحاد صراط مستقیم پر چلنے کے سبب رب کی طرف سے ایک عظیم نعمت تھا۔ اس کے بغیر جو اتحاد وجود میں آئے گا وہ ایک ہلکی ٹھوکر سے پارہ پارہ ہوجائے گا۔ سررشتۂ دین جب سے ہاتھوں سے پھسل گیا مسائل ومشکلات کے گرداب میں یہ امت ڈوبتی چلی گئی، اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معیار حق بنایا ہے اور کتاب وسنت کے نصوص اس کی طرف ہماری رہنمائی کررہے ہیں۔ صحابہ کا اسوہ ہوتے ہوئے امت اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے، صحابہ کے طریقے سے زیادہ اقرب الی الصواب طریقہ کس کا ہوسکتا ہے جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں اپنی صبح وشام گذاری اور آپ کی رہنمائیوں میں اپنے عقیدہ وعمل کو استوار کیا۔

امت کی ایک بہت بڑی بدنصیبی بدعات ومحدثات ہیں، جب صراط مستقیم سے قدم بھٹکتے ہیں تو بدعتوں کے خارزار میں الجھتے ہیں۔ یہ اللہ کی جانب سے سزا ہے جو طریقۂ سلف کی ناقدری اور مخالفت میں انسان کو ملتی ہے۔

ان تمام بربادیوں سے نجات کی واحد راہ جادۂ مستقیم ہے جس کا سوال ہر مسلمان سورۂ فاتحہ کی قراءت میں کرتا ہے۔ صراط مستقیم توحید اور اتباع پر مبنی ہے، جو توحید کے صحیح شعور سے ہمکنار

ہوگا، اتباع رسول کی ڈگر پر چلے گا اور گام صحابہ پر گامزن ہوگا وہ عقیدہ وعمل کی حقیقی نعمت سے ہمکنار ہوگا۔

حق و ہدایت کی وہ روشن شاہراہ کئی دائروں میں منقسم نہیں ہے، یہ صرف ایک دھوکہ ہے کہ حق کئی خانوں میں بٹا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ﴾ [الانعام:۱۵۳]

ترجمہ: ''یہ میرا سیدھا راستہ ہے، اسی کی پیروی کرو دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو ورنہ راہ حق سے بھٹک جاؤ گے''، اس میں اللہ تعالیٰ نے اس سیکولر سوچ کی نفی کی ہے جس کے ظاہر سے آج لوگ دھوکہ کھا رہے ہیں، صراط مستقیم ہر زمانے اور ہر دور میں ایک رہا ہے، جس طرح طائفہ منصورہ اور فرقۂ ناجیہ ایک ہے۔

یہ گرانقدر باتیں اور اعلی و ارفع نصیحتیں کانفرنس میں مدعو معزز اور بلند پایہ علماء کرام وخطباء عظام نے پیش کیں، فضیلۃ الدکتور عبدالقیوم بستوی، فضیلۃ الشیخ ظفرالحسن مدنی، فضیلۃ الشیخ ابو رضوان محمدی، فضیلۃ الشیخ یاسر الجابری، فضیلۃ الشیخ محمد رحمانی، فضیلۃ الشیخ عبدالحکیم مدنی، فضیلۃ الشیخ ابوزید ضمیر رحفظہم اللہ اس موقر کانفرنس کے خطباء تھے جو ملک و جماعت میں اپنی موثر خطابت اور علمی رسوخ کے لئے جانے جاتے ہیں، درمیان میں کانفرنس کے صدر امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ کے صدارتی کلمات اور زریں نصائح پر مشتمل ایک جامع خطاب ہوا دراصل یہ خطاب تمام خطابات کا خلاصہ اور نچوڑ تھا۔ نظامت کے فرائض فضیلۃ الشیخ ظہیرالدین سنابلی اور فضیلۃ الشیخ انصار زبیر محمدی رحفظہما اللہ نے ادا کئے۔ جھولا میدان میں حاضرین کا سیلاب موجیں مار رہا تھا، سامعین کثیر تعداد میں دور دراز سے تشریف لائے ہوئے تھے، ہمہ تن گوش ہو کر تمام خطباء کو سن رہے تھے۔ خواتین کا پنڈال بھی پوری طرح بھر چکا تھا۔ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اور جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ کے ذمے داران از اول تا آخر کانفرنس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے دل و جان سے لگے رہے اور الحمدللہ کانفرنس ہر سال کی طرح امسال بھی کامیابی سے ہمکنار ہوئی، اللہ تعالی سب کی کاوشوں کو قبول فرمائے آمین۔

اسی دن صبح ۹ر بجے تا صلاۃ ظہر ایک عظیم الشان دورۂ علمیہ برائے ائمہ ودعاۃ بعنوان: ''راہِ سلف راہِ وسطیت واعتدال''منعقد ہوا۔ جس میں ملک و بیرون ملک کے ممتاز سلفی علماء کرام نے گرانقدر خطابات پیش کئے اور سلفیت کے امتیازی وصف کو دلائل وبراہین سے آشکارا کیا۔ فجزاھم اللہ خیرا۔ اس دورۂ علمیہ میں تقریباً ڈھائی سو علماء ودعاۃ اور ائمہ مساجد نے شرکت کی اور استفادہ کیا۔

10 رجنوری بعد نماز مغرب تا عشاء جامع مسجد اہل حدیث کا پڑیا نگر کرلا میں ایک اجتماع منعقد ہوا جس میں مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس کے ناظم اعلی شیخ عبداللہ سعود سلفی رحفظہ اللہ اور ملک و بیرون ملک کے مشہور عالم دین شیخ ظفرالحسن مدنی رحفظہ اللہ نے بڑی اہم نصیحتیں کیں، جبکہ شیخ عبدالجلیل مکی رحفظہ اللہ نے استقبالیہ کلمات پیش کیے اور امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ نے افتتاحی کلمات پیش کیے اور اس اہم اجلاس کے انعقاد کا مقصد بیان کیا جبکہ نظامت کے فرائض مسجد کے امام وخطیب شیخ فیض الرحمن رحمانی رحفظہ اللہ نے انجام دیئے اور اخیر میں دعائیہ کلمات پر مجلس کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔

12 رجنوری بروز اتوار صبح نو بجے تا صلاۃ عشاء جماعت المسلمین مہسلہ رائے گڈھ کی جانب سے انجمن اسلام اسکول گراؤنڈ میں ایک اہم کانفرنس کا انعقاد ہوا اس کی صدارت امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ نے کی اور صدارتی خطاب میں آپ نے اجتماعیت کی اہمیت کو بیان کیا نیز صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے اہل حدیث کا مقام اور ان کا مشن کے موضوع پر بڑا ہی اہم خطاب پیش کیا۔ جبکہ کانفرنس کے خطباء نے اپنے اپنے خطابات پیش کئے۔

19 رجنوری اتحاد امت کانفرنس جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ کی جانب سے بھیونڈی میں منعقد ہوئی جس کی صدارت شیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ نے کی آپ نے صدارتی خطاب میں امت کے اختلاف و انتشار پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لوگوں کو کتاب وسنت اور منہج صحابہ کے پلیٹ فارم پر متحد ہونے کی تلقین کی۔

19 رجنوری 2025ء بروز اتوار شیموگا میں منعقد ہونے والی عظیم ''دعوت توحید کانفرنس'' میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے شرکت کی اور مسلمانوں کی پستی کے اسباب جیسے اہم موضوع پر کتاب وسنت کی روشنی میں مدلل خطاب پیش فرمایا۔

22 رجنوری بروز بدھ بعد نماز مغرب تا عشاء مسجد اہل حدیث اقصی چیتا کیمپ ٹرامبے میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے موت اور آخرت کی تیاری کے موضوع پر اہم خطاب پیش کیا اور لوگوں کو اس دنیا میں آنے کا حقیقی مقصد بیان کیا اور دنیاوی زندگی کو اصل زندگی نہ سمجھتے ہوئے آخرت کی تیاری کرنے پر لوگوں کو ابھارا اور کتاب وسنت کی روشنی میں موت کی حقیقت اور آخرت کے حساب و کتاب پر روشنی ڈالی۔

26 رجنوری بروز اتوار مسجد عمر فاروق نارائن نگر، گھاٹ کوپر کے ایک اہم پروگرام میں شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے شرکت کی اور ''موجودہ دور میں نوجوانوں کی ذمہ داریاں'' کے عنوان پر قرآن وسنت کی روشنی میں اہم نصیحتیں کیں۔

30 رجنوری صبح نو بجے تا نماز مغرب گوریگاؤں ضلع رائے گڑھ کوکن میں تحفظ عقیدہ و منہج کے عنوان پر سمینار کا انعقاد ہوا جس کی صدارت امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ نے کی اور اس میں مختلف اہل علم کے علاوہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے اپنا مقالہ بعنوان ''ڈاکٹر اسرار احمد کی گمراہیاں اور اہل حدیث دشمنی'' پیش کیا۔

31 رجنوری کو مسجد الفلاح کڑوئی رتنا گیری میں خطبۂ جمعہ دیا اور شام کو دوسری مسجد میں ''اتباعِ سنت سے اعراض گمراہی ہے'' کے عنوان پر خطاب کیا۔

1 رفروری بروز سنیچر شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے چپلون رتنا گیری کے مہاراشٹر اہائی اسکول اور کالسیکر جونیئر کالج میں بچوں کو ''حیاء کا مقام اور بے حیائی کی مذمت'' کے عنوان پر خطاب کیا۔ اور اسی دن مسجد اہل حدیث ملت نگر، چپلون میں ''تعاونوا علی البر والتقویٰ'' کے عنوان پر آپ کا اہم خطاب ہوا۔

2 رفروری بروز اتوار مسجد دارالسلام ادھیم نگر رتنا گیری میں شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ کا ''اعتصام بالکتاب والسنۃ'' کے موضوع پر خصوصی خطاب ہوا۔ جس میں آپ نے ''تمسک بالکتاب والسنۃ'' پر ہر حال میں ڈٹے رہنے کی تلقین کی اور مدلل و مفید خطاب فرمایا۔

9رفروری بروز اتوار صبح ۱۱ربجے تا صلاۃ عشاء مدرسہ دارالحدیث عربیہ سلفیہ آریکوپ، سرسی، کرناٹک کے سالانہ تعلیمی پروگرام واجلاس عام میں امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ اور صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے شرکت کی اور اہم خطابات پیش کئے۔

امیر محترم حفظہ اللہ نے ''علماء کا مقام'' کے عنوان پر بصیرت افروز اور پر مغز خطاب فرمایا۔ اسی طرح شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے ''مدارس اسلامیہ کی اہمیت وضرورت'' کے عنوان پر جامع خطاب کیا۔

11۔12رفروری بروز منگل و بدھ جامعہ سلفیہ نور الہدیٰ و کلیہ خدیجہ للبنات نیاں کلاں، جھارکھنڈ کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان اجلاس میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے شرکت کی اور اہم خطابات پیش کئے۔

14رفروری بروز جمعہ مدرسہ دارالتربیۃ الاسلامیہ وتحفیظ القرآن، شیلیش نگر، ممبرا کا سالانہ پروگرام زیر صدارت امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ منعقد ہوا جس میں صوبائی جمعیت کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے شرکت کی اور طلباء، ذمہ داران، اور اساتذہ کو قیمتی نصیحتوں سے نوازا۔

14رفروری بروز جمعہ ہلائی گھانچی جماعت خانہ پائیدھونی ممبئی میں شیخ ابوزید ضمیر (پونہ) رحفظہ اللہ کا ''اللہ کی محبت کے تقاضے'' پر اہم خطاب رکھا گیا جس میں علاقے کے افراد نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور استفادہ کیا۔

16رفروری بروز اتوار بارا، غازی پور، یوپی میں معہد عمر بن خطاب لتحفیظ القرآن الکریم کے ساتویں سالانہ اجلاس میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے شرکت کی اور ''نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں دین سے انحرافات کے اسباب وعلاج'' کے عنوان پر قرآن وسنت کی روشنی میں اہم نصیحتیں کیں۔

16رفروری بروز اتوار صبح اٹھ بجے مدرسہ دار التوحید چکلواڑی گوونڈی ممبئی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی شیخ فیض الرحمن رحمانی رحفظہ اللہ نے بچوں کے سالانہ امتحان میں شرکت کی اور بحیثیت ممتحن تعلیمی حالات کا جائزہ لیا اور قیمتی نصیحتوں سے نوازا نیز اسی روز صبح 11 بجے تا نماز ظہر جامع مسجد اہل حدیث مدرسہ رحمانیہ گوونڈی کے سالانہ پروگرام میں شرکت کی اور قیمتی تاثرات پیش کئے۔

19رفروری بروز بدھ مدرسہ زید بن ثابت کی جانب سے مسجد اہل حدیث دارالعلوم اسلامیہ رفیع نگر میں مدرسہ زید بن ثابت کے بچوں کا سالانہ پروگرام منعقد ہوا جس میں نظامت کے فرائض صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی شیخ فیض الرحمن رحمانی رحفظہ اللہ نے انجام دئے۔

20رفروری بروز جمعرات فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے کلیہ احسن البنات السّلفیہ دھاراوی چمڑا بازار ممبئی میں ''رمضان کی تیاری ایمان اور احتساب کے ساتھ'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

22۔23رفروری بروز سنیچر واتوار علی گڑھ مسلم یونیورسیٹی میں علامہ عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ ''حیات و خدمات'' پر ایک سیمینار منعقد ہوا جس میں 22رفروری بروز سنیچر فضیلۃ الشیخ

عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ) کا پیغام صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے تمام شرکاء کو پڑھ کر سنایا۔اور 23رفروری بروز اتوار اپنا مقالہ بعنوان:''مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ اپنی تحریروں کے آئینہ میں'' پیش فرمایا۔نیز 22رفروری ہی کی شام کومرکزی جامع مسجد اہل حدیث موتی مسجد علی گڑھ میں شیخ محترم نے شرکت کی اور''اسلام کا معاشرتی نظام'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

22رفروری بعد نماز ظہر تا عصر مسجد اہل حدیث ومدرسہ دارالہدی سوریہ نگروکرولی میں بچوں کے سالانہ امتحان میں بحیثیت ممتحن صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے داعی شیخ فیض الرحمن رحمانی رحفظہ اللہ نے شرکت کی اور بچوں کے تعلیمی حالات کا جائزہ لیااور قیمتی نصیحتوں سے نوازا۔

23رفروری بروز اتوار بعد نماز عصر تا عشاء اسلامک انفارمیشن سینٹر کے زیر اہتمام صفہ کلاسز کے بچوں کے سالانہ پروگرام میں بحیثیت حکم صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے داعی شیخ فیض الرحمن رحمانی رحفظہ اللہ نے شرکت کی اور آخر میں قیمتی تاثرات سے نوازا۔

27رفروری بروز جمعرات بعد نماز مغرب تا 10 بجے شب رحمانیہ اسلامک اسکول گوونڈی کے سالانہ پروگرام میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے داعی شیخ فیض الرحمان رحمانی رحفظہ اللہ نے شرکت کی بچوں کے پروگرام کو دیکھا اور آخر میں تاثرات اور ناصحانہ کلمات سے نوازا۔

[بقیہ صفحہ ۲۱رکا]

۴۔سحری کرنے کا موقع نہ ملنے پر اس دن کا روزہ ترک کر دینا:

بعض حضرات جاگ نہ پانے کی وجہ سے بسا اوقات سحری نہیں کر پاتے اور بغیر سحری کے روزہ کو ناجائز سمجھ کر روزہ چھوڑ دیتے ہیں۔حالانکہ سحری کو علماء نے صرف مستحب ومسنون عمل کہا ہے، کسی نے اسے واجب یا شرط نہیں قرار دیا ہے۔علامہ ابن المنذر، ابن قدامہ اور نووی رحمہم اللہ نے اس کے مستحب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔[دیکھیں:الاجماع لابن المنذر(49)،المغنی لابن قدامہ(3/54)،المنہاج شرح مسلم بن الحجاج(7/206)]

لہٰذا اگر سحری کرنے کا موقع نہ ملے تو بغیر سحری کے روزہ رکھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔واللہ اعلم

۵۔نماز تراویح نہ پڑھنے کی صورت میں روزہ کو فاسد سمجھنا:

کچھ لوگوں سے ہر سال یہ سوال سننے کو ملتا ہے کہ فلاں شخص نے یا میں نے آج تراویح کی نماز نہیں پڑھی ہے کیا ایسی صورت میں روزہ رکھنا درست ہے؟

ایسے حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ نماز تراویح روزہ کی صحت کے لیے شرط نہیں ہے۔اس کے بغیر بھی روزہ درست ہے۔لیکن نماز تراویح بہت ہی زیادہ اجر وثواب والا عمل ہے اور ماہ رمضان خیر وبرکات اور نیکیوں کے سمیٹنے کا مہینہ ہے۔اس لیے بہت ہی بڑا محروم ہے وہ شخص جو جان بوجھ کر بغیر کسی عذر کے اس عظیم اجر سے دور رہتا ہے۔سب کو شدت سے باجماعت اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔اللہ تعالی ہم سب کو اسے قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
March-April 2025

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- علماء وائمہ کے لئے سالانہ دورۂ تدریبیہ
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- مجلہ الجماعہ کی اشاعت۔
- کتابوں کی مفت تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون اور آسمانی وزمینی آفات پر بھرپور مدد۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai
subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com